13-10-13 Jang

طالبان سے بات چیت؟

وزیر اعظم میاں نواز شریف نے کہا ہے کہ حکومت قیام امن کے لئے ہر وہ ممکنہ قدم اٹھائے گی جس سے فضا سازگار ہو۔ مذاکرات کے معاملے پر حکومت نے اپنی ذمہ داری کی ادائیگی کی ابتدا کردی ہے۔ ادھر وفاقی وزیر اطلاعات سینیٹر پرویز رشید نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات کے لئے رابطے شروع ہو چکے ہیں۔ روزنامہ جنگ کی ایک رپورٹ کے مطابق طالبان کے ساتھ معاہدے کے پیکیج کا 13 نکاتی خاکہ بھی تیار کرلیا گیا ہے جس کے تحت طالبان کو صحت، تجارت، تعلیم، سرمایہ کاری اور دوسری سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ علما کمیٹیاں اور جرگے ان منصوبوں پر عملدرآمد کی تفصیلات طے کریں گے۔ رپورٹ کے مطابق اس پیکیج پر پاکستان اربوں روپے خرچ کرے گا لیکن امن کے قیام سے وطن عزیز مزید اربوں روپے کمائے گا۔ حکومت طالبان سے امن مذاکرات کے حوالے سے پرامید ہے جبکہ دوسری طرف پاکستانی طالبان کے سربراہ حکیم اللہ محسود کے نائب لطیف الرحمٰن محسود کو امریکی فوج نے افغانستان کے صوبہ لوگر سے گرفتار کرلیا ہے جو افغان قیدیوں کی رہائی کے سلسلہ میں کرزئی حکومت سے بات چیت کرنے گئے تھے۔ اس موقع پر لطیف الرحمٰن محسود کی گرفتاری حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات کو سبوتاژ کرسکتی ہے۔ 29 فروری کو تحریکِ طالبان کے رہنما ولی الرحمٰن محسود کو، جو مذاکرات کا حامی تھا، ڈرون حملہ کرکے ماردیا گیا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ حکومت مذاکرات کے حوالے سے انتہائی احتیاط سے کام لے اور امریکہ کو یہ بات سمجھائی جائے کہ غیرملکی فوجوں کے انخلا کے بعد افغانستان اور پاکستان میں قیام امن کے لئے اسلام آباد کی امن کوششوں کی کامیابی امریکہ سمیت پوری عالمی برادری کے مفاد میں ہے جو طالبان سے بات چیت کی صورت میں کی جارہی ہے۔ پاکستان میں دہشت گردوں کی سرگرمیوں کا خاتمہ پورے خطے میں پائیدار امن کی بنیادیں فراہم کرسکتا ہے۔ اس لئے واشنگٹن کو پاکستانی حکومت کی امن کوششوں میں اسی طرح تعاون کرنا چاہئے جس طرح اسلام آباد واشنگٹن سے تعاون کررہا ہے۔

13-11-13 Jang

اصل مسائل نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں!

حکیم اللہ محسود کے ڈرون حملے کا نشانہ بننے کے بعد یہ بات تو تقریباً طے ہے کہ جب تک امریکہ مذکورہ حملے بند نہیں کرتا طالبان سے مذاکرات میں کوئی پیش رفت نہیں ہو سکتی لیکن بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی، طالبان امریکی حملوں کا انتقام پاکستان سے لینے پر تلے ہوئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ خدانخواستہ ملک میں دہشت گردی کی نئی لہر آنے والی ہے جس کا نشانہ بڑی حکومتی شخصیات، عوامی اجتماعات کے مقامات، حساس تنصیبات اور سیکیورٹی فورسز ہوں گی، اسی لئے حکومت نے امن وامان نافذ کرنے والے اداروں کو چوکس کر دیا ہے لیکن اچھی بات یہ ہے کہ وہ تمام تر رکاوٹوں کے باوجود سیاسی جماعتوں کے تعاون سے فساد روکنے کے لئے مذاکرات کی کوششوں سے دستکش نہیں ہوئی۔ اس سلسلے میں نئی صورت حال پر قومی اسمبلی میں ہونے والی سیر حاصل بحث بڑی اہمیت کی حامل ہے جس میں ایوان کی دونوں جانب کے ارکان نے بھرپور حصہ لیا۔ وزیر داخلہ چوہدری نثار علی کے مطابق اس بات پر اتفاق رائے پایا گیا کہ طالبان سے مذاکرات کے لئے پیش قدمی جاری رہنی چاہئے۔ ڈرون حملے ہر صورت میں بند کرانے چاہئیں اور موجودہ صورت حال کا سامنا کرنے کے لئے جو بھی لائحہ عمل اپنایا جائے وہ اتفاق رائے سے مرتب کیا جائے۔ وزیر داخلہ نے ایوان میں ہونے والی بحث کو سمیٹتے ہوئے ملک کے موجودہ معروضی حالات کو گمبھیر قرار دیا اور کہا کہ ہمیں اپنی پوری توجہ اصل مسائل پر مرکوز رکھنی چاہئے۔ اگر بحث کا رخ فروعی معاملات کی طرف مڑ گیا تو یہ ملک کے لئے انتہائی نقصان دہ ہوگا اور ہم اپنے اصلی اہداف سے دور ہو جائیں گے۔ وزیر داخلہ کا یہ تجزیہ بالکل درست ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک اس وقت ایک غیر معمولی بحران سے گزر رہا ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ دہشت گردی کا خاتمہ اور امن وامان کا قیام ہے جس کے بغیر ملک کی زوال پذیر معیشت بحال ہو سکتی ہے نہ تعمیر و ترقی کے دوسرے کام یکسوئی سے ہو سکتے ہیں لیکن بدقسمتی سے اندرونی و بیرونی پاکستان دشمن تخریبی قوتیں یہاں قتل و غارت بدامنی اور لاقانونیت کا ماحول قائم رکھنے کے لئے پوری منصوبہ بندی اور ہر طرح کے وسائل کے ساتھ سرگرم عمل ہیں جس کی بنا پر ہماری امن کوششیں بار آور نہیں ہو رہیں۔ طالبان کے پچاس سے زائد گروپوں نے فاٹا اور خیبر پختونخوا کا امن وسکون غارت کر رکھا ہے اور اب پنجاب میں خونریزی کی دھمکیاں دے رہے ہیں کراچی میں سماج دشمن گروہ ٹارگٹ کلنگ، اغوا برائے تاوان اور بھتہ خوری جیسی وارداتوں میں مصروف ہیں۔ بلوچستان میں ملک سے علیحدگی کے لئے ہتھیار اٹھانے والی ڈھائی درجن کالعدم تنظیموں نے حکومت کی رٹ مفلوج کر رکھی ہے۔ فرقہ وارانہ دہشت گردی اس کے علاوہ ہے۔ اس صورت حال کی وجہ سے ملک کی معیشت کے علاوہ حکومتی نظم و نسق بھی متاثر ہو رہا ہے اور اصلاح احوال کی تدابیر کارگر نہیں ہو رہیں۔ ان حالات میں کون شہید ہے اور کون نہیں یا اس طرح کے دوسرے مباحث مناسب نہیں۔ ان سے گریز کیا جانا چاہئے۔ خاص طور پر مسلح افواج میں بددلی پھیلانے والی باتوں سے اجتناب برتا جانا چاہئے تاکہ وہ اپنی توجہ اصل فرائض یعنی ملک کی سلامتی اور دفاع پر یکسوئی سے مرکوز رکھیں۔ حکومت، سیاسی پارٹیوں اور مسلح افواج سمیت رائے عامہ کے تمام نمائندوں کو اپنی توجہ ملک میں امن وامان کی بحالی اور اس کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے پر مرکوز رکھنی چاہئے اور امن و ترقی کا اصل مقصد نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہئے۔ بعض قدآور سیاسی شخصیات نے طالبان سے مذاکرات کی کوشش ناکام ہونے سے پیدا ہونے والی صورت حال پر غور اور نیا لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے ایک اور آل پارٹیز کانفرنس منعقد کرنے کی تجویز پیش کی ہے جو نہایت مناسب ہے۔ اس کانفرنس میں ملک کو موجودہ بحران سے نکالنے کی نئی تدابیر زیر غور لا کر اتفاق رائے سے قابل عمل ایجنڈا اختیار کیا جائے۔ حکومت اور سیاسی پارٹیوں کے قائدین پر خصوصی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کسی معاملے پر اپنا نقطہ نظر واضح کرنے کے لئے تندو تلخ دلیلیں دینے کی بجائے تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے قومی یکجہتی کے فروغ میں اپنا مدبرانہ کردار ادا کریں۔

14-03-14 Jang

عمران بھی اسی کشتی کے سوار

بدھ کے روز وزیراعظم نواز شریف نے بغیر کسی پروٹوکول کے چیئرمین تحریک انصاف عمران خان کی رہائش گاہ کا دورہ کر کے انہیں طالبان سے براہ راست مذاکرات کے دوسرے دور کو نتیجہ خیز بنانے اور اس کے لئے نئی کمیٹی کی تشکیل کے بارے میں اعتماد میں لیا۔قومی اسمبلی میں اپوزیشن کی دوسری بڑی پارٹی کے سربراہ مسلم لیگ ن کے شدید ناقد سمجھے جاتے ہیں۔ان سے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اجتماعی قومی مفاد میں ملاقات ایک ایسا لیڈر ہی کرسکتا ہے جو انا کے خول سے نکل کر معروضی حالات کے مطابق فیصلے کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔اس وقت طالبان کے حوالے سے وطن عزیز فکری اعتبار سے دو فریقوں میں بٹا ہوا ہے ایک دھڑا طالبان سے کسی قسم کے مذاکرات کو لاحاصل اور ضیاع وقت سمجھتے ہوئے ان کے خلاف طاقت کے استعمال کو ہی واحد حل سمجھتا ہے جبکہ دوسرے کا خیال یہ ہے کہ جب بڑی بڑی جنگوں کا اختتام بھی بالآخر ڈائیلاگ اور مکالمے کی میز پر ہی ہوتا ہے تو اس حربے کو پہلے ہی کیوں نہ استعمال کرلیا جائے تا کہ خون کا مزید ایک قطرہ بہائے بغیر قیام امن کے مطلوبہ مقصد کو حاصل کیا جاسکے۔طالبان سے مذاکرات کو نتیجہ خیز منزل تک پہنچانے کی راہ میں اگرچہ بے شمار مشکلات حائل ہیں اور بعض اندرونی و بیرونی دشمن ان کو ناکام بنانے کے لئے سرتوڑ کوشش کررہے ہیں لیکن ایسی ہی شدید رکاوٹوں کے باوجود اگر بات چیت کے پہلے مرحلے کو کامیابی سے آگے بڑھایا جاسکتا ہے تو اس کے دوسرے فیز کی نتیجہ خیزی کے بارے میں بھی پُرامیدی کوئی غیر دانشمندانہ عمل نہیں بشرطیکہ دونوں اطراف خلوص نیت سے اسے منزل تک پہنچانے کی جدوجہد کریں۔نواز شریف اور عمران خاں کی ملاقات سے مذاکراتی عمل کو قابل ذکر تقویت ملی ہے اور ان کی جانب سے مذاکراتی عمل کی غیر مشروط حمایت سے توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر طالبان نے بھی اسی جذبے سے مذاکرات کو آگے بڑھایا تو انشاء اللہ اس سے بہتر نتائج برآمد ہوں گے۔

SMS: #JEC (space) message & send to 8001

14-10-13 Jang

طالبان مذاکرات اور پاکستانی آئین!

پاک فوج کے سربراہ جنرل اشفاق پرویز کیانی کا یہ کہنا ہر صورت درست ہے کہ قومی قیادت نے طالبان سے مذاکرات کا جو راستہ منتخب کیا ہے پاک فوج اس عمل کی حمایت کرتی ہے۔ بات چیت سے امن قائم ہوا تو سب سے زیادہ خوشی فوج کو ہوگی، تاہم امن مذاکرات پاکستان کے آئین کے تحت ہونے چاہئیں۔ طاقت کا استعمال آخری آپشن ہوگا۔ ضرورت پڑی تو پاک فوج اس کے موثر استعمال کے لئے تیار ہے۔ فوج کے ذہن میں دونوں صورتوں میں اپنے کردار کو سمجھنے اور اس کو بروئے کار لانے کے متعلق کوئی ابہام اور غلط فہمی نہیں ہے۔ وہ گزشتہ روز پی ایم اے کاکول میں کمیشن حاصل کرنے والے افسروں کی پاسنگ آؤٹ پریڈ میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے خطاب کر رہے تھے۔ پاک فوج کے سربراہ نے اس تاثر کو غلط قرار دیا کہ دہشت گردی کے خلاف آپریشن میں ناکامی نے مذاکرات پر مجبور کیا۔ جمہوری نظام کی مضبوطی کے لئے مستقبل میں بھی عسکری قیادت کا بھرپور کردار بہت ضروری ہے۔ موجودہ حکومت نے دہشت گردی کے خاتمہ اور ملک میں امن بحال کرنے کے لئے طالبان سے مذاکرات کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس حوالے سے تمام سیاسی قائدین کی ایک آل پارٹیز کانفرنس میں اس کی متفقہ طور پر توثیق بھی کی گئی۔ اس حوالے سے حکومت نے طالبان پاکستان کی قیادت سے رابطے بھی کئے ہیں اور انہیں مذاکرات کی باقاعدہ دعوت بھی دی گئی ہے۔ علماء کرام کی جانب سے بھی طالبان اور حکومت سے جنگ بندی کی اپیل کی گئی اگر مذاکرات کی پیشکش کے بعد بھی پشاور، بلوچستان اور دیگر شہروں میں دھماکوں کا سلسلہ جاری ہے لیکن حکومت اب بھی پر امید ہے، تاہم اس کے لئے ضروری ہے کہ ملک کے آئین کے مطابق مذاکرات ہونے چاہئیں۔ جنرل کیانی نے اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ مذاکرات آئین کے تحت اور اس کی حدود میں ہی ہو سکتے ہیں، اس سے انحراف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ آخری آپشن طاقت کا استعمال ہوگا۔ اس حوالے سے فوج کے کردار کے بارے میں کوئی ابہام نہیں ہے، اس طرح پاک فوج کے سربراہ نے بال طالبان کے کورٹ میں ڈال دی ہے۔

15-02-14 Jang

مذاکرات اور رکاوٹیں!

حکومت اور طالبان کے درمیان امن مذاکرات اگرچہ بعض واقعات کے ناگوار تاثر اور بیانات کے غیر محتاط انداز کے باوجود خوش اسلوبی سے آگے بڑھ رہے تھے مگر 13 فروری کو کراچی میں پولیس کی بس پر 25 کلو بارودی مواد سے کیا گیا ریموٹ کنٹرول حملہ ان کے لئے فوری دھچکے کا باعث بنا ہے۔ اس واقعہ میں 13 کمانڈوز شہید اور 57 زخمی ہو گئے۔ طالبان نے اس کی ذمہ داری قبول کر لی اور یہ دھمکی بھی دی کہ جب تک صوابی اور پشاور میں ان کے ساتھیوں کو مارا جاتا رہے گا وہ حملے کرتے رہیں گے۔ انہوں نے حملے جاری رکھنے کے حق میں یہ جواز بھی پیش کیا ہے کہ ابھی فریقین میں سیز فائر کا کوئی سمجھوتہ نہیں ہوا۔ اس کے لئے ان کا مطالبہ ہے کہ پہلے حکومت جنگ بندی کا اعلان کرے۔ غیر طالبان قیدیوں کو رہا کرے اور وزیرستان سے فوج واپس بلائے۔ باہمی بداعتمادی میں اضافہ ایک غیر ملکی خبر ایجنسی کو طالبان ترجمان کے اس انٹرویو سے بھی ہوا جس میں انہوں نے کچھ ایسی باتیں بھی کہہ ڈالیں جو مذاکرات کے ماحول کو پراگندہ کرنے کا سبب بن سکتی ہیں۔ اس حوالے سے عمومی تاثر یہ ہے کہ پاکستان کے لئے بطور امیر یا اسی نوع کے دیگر مناصب کا نام استعمال کر کے بعض مخصوص شخصیات کا قطعیت کے ساتھ ذکر کرنا آئین پاکستان کی نفی کے مترادف ہے جبکہ حکومت کی پہلی شرط ہی یہ ہے کہ مذاکرات صرف آئین کے دائرے کے اندر ہونگے۔ جب سے مذاکرات شروع ہوئے ہیں۔ صرف پشاور میں طالبان طرز کے 16 حملے ہو چکے ہیں جن میں درجنوں بے گناہ مرد عورتیں اور بچے شہید ہو گئے۔ طالبان نے ان سے لاتعلقی کا اظہار کر کے مذاکرات پر ان کے منفی اثرات زائل کرنے کی کوشش کی مگر کراچی کے سنگین واقعہ کی ذمہ داری قبول کر کے اس اعتماد کو نقصان پہنچایا ہے جو مذاکرات کی کامیابی کے لئے فریقین فطری طور پر بعض امور میں ایک دوسرے پر کرتے ہیں۔ وفاقی وزیر داخلہ نے تخریب کاری اور بم دھماکوں کے ان واقعات پر گہرے صدمے کا اظہار کرتے ہوئے صاف صاف کہہ دیا کہ مذاکرات اور دہشت گردی ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے۔ اپوزیشن لیڈر سید خورشید شاہ کا تاثر یہ ہے کہ مذاکرات اب اپنی افادیت کھو چکے ہیں۔ اس پس منظر میں مذاکرات کے لئے قائم حکومتی کمیٹی نے طالبان کمیٹی کے نام ایک خط میں مطالبہ کیا ہے کہ طالبان کی جانب سے پرتشدد کارروائیاں فوری طور پر بند کی جائیں کیونکہ ان سے مذاکرات کے ماحول پر منفی اثر پڑ رہا ہے۔ حکومتی کمیٹی نے صدر وزیراعظم آرمی چیف اور ڈی جی آئی ایس آئی سے طالبان کمیٹی کی ملاقات کو حالات کی بہتری سے مشروط کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک کے عوام قتل و غارت اور خوف و ہراس کے موجودہ ماحول سے تنگ آ چکے ہیں۔ حکومت اور طالبان کے مذاکرات کا انہوں نے اس توقع کے ساتھ خیر مقدم کیا تھا کہ ملک میں خون خرابہ بند ہو۔ سیز فائر ہو، دھماکے ختم ہوں اور امن قائم ہو۔ یہ مقصد حکومت اور طالبان کی کمیٹیوں کے درمیان پہلے رابطہ میں ہی حاصل ہو جانا چاہئے تھا۔ طالبان نے شروع میں اچھی نیت کا اظہار کیا۔ حکومت نے بھی خیر سگالی کے جذبے سے کام لیا اور مذاکرات کو آگے بڑھانے کے لئے ضروری ابتدائی اقدامات کئے مگر دہشت گردی کی کارروائیوں نے ماحول میں تلخیاں گھولنا شروع کیں اور کراچی کے واقعہ نے مذاکرات کے عمل کو مزید مشکل بنا دیا۔ مذاکرات شروع ہونے کے بعد سیکورٹی فورسز کی جانب سے ایسی کوئی کارروائی منظر عام پر نہیں آئی جو طالبان کے منفی ردعمل کا باعث بنتی۔ انہوں نے وزیرستان میں فضائی کارروائیاں بھی روک دی ہیں۔ اس کے بعد بھی طالبان کے کچھ تحفظات ہیں تو انہیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ حکومت، عوام اور سیکورٹی فورسز کے تحفظات ان سے زیادہ سنگین ہیں۔ مذاکراتی کمیٹیاں انہی تحفظات کو سمجھنے اور انہیں دور کرنے کے لئے قائم کی گئی ہیں۔ اس وقت ملک کا سب سے بڑا مسئلہ امن کا قیام ہے۔ پیش آمدہ مشکلات کے باوجود حکومت اور طالبان کو سنجیدگی اور نیک نیتی سے امن کی جانب قدم بڑھانے چاہئیں اور ایک دوسرے کا اعتماد بحال کرنے کے لئے صبر و تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ موجودہ حالات میں امن ہی سب سے بڑا تحفہ ہے جو عوام کو دیا جا سکتا ہے اور اس کے لئے انہیں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرنا چاہئے۔

15-03-14 Jang

امن مذاکرات کا دوسرا مرحلہ!

حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکراتی عمل فیصلہ سازی کے مشکل مرحلے میں داخل ہوگیا ہے اور آئندہ ایک دو روز میں واضح ہوجائے گا کہ مذاکرات کا طریق کار کیا ہوگا، طالبان کیا چاہتے ہیں اور حکومت کی ترجیحات کیا ہیں۔ حکومت نے اپنی طرف سے بات چیت کو آگے بڑھانے کے لئے پہلی رابطہ کمیٹی کی جگہ ایک نئی اور زیادہ بااختیار کمیٹی قائم کردی ہے جس میں تجربہ کار بیوروکریٹس اور مذاکرات کار شامل ہیں جمعرات کو طالبان کمیٹی کے ارکان سرکاری ہیلی کاپٹر پر میران شاہ پہنچے اور شمالی وزیرستان کے کسی نامعلوم مقام پر طالبان شوریٰ سے ملاقات کی جس میں سیز فائر کی مدت میں توسیع اور نئی حکومتی کمیٹی سے مذاکرات کے طریق کار، وقت اور جگہ کے معاملات پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا، طالبان کمیٹی واپس آکر اب حکومتی کمیٹی کو اپنی رپورٹ پیش کرے گی جس کے بعد پتہ چلے گا کہ طالبان براہ راست بات چیت کریں گے یا معاملات طے کرنے کے لئے حکومتی اور طالبان کمیٹیوں پر انحصار کریں گے فیصلہ سازی کا یہ مرحلہ حساس بھی ہے اور پیچیدہ بھی اسے نتیجہ خیز بنانے کے لئے فریقین کے نقطہ ہائے نظر میں مطابقت پیدا کرنا آسان بہرحال نہیں ہوگا۔ اس لئے مذاکراتی عمل غیر متوقع طور پر طویل ہوسکتا ہے۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے وزیراعظم نواز شریف نے واضح کردیا ہے کہ طالبان کے مطالبات پر سنجیدگی سے غور ہوگا لیکن آئین اور قانون سے ماورا کسی بھی مطالبے کو تسلیم نہیں کیا جائے گا اسلام آباد میں پاکستان علماء کونسل کے وفد سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ان طالبان کو جو عسکری کارروائیوں میں ملوث نہیں ہیں رہا کردیا جائے گا اس معاملے میں کوئی دو آراء نہیں ہوسکتیں کہ ریاست کی رٹ قائم کرنے کے لئے فریقین میں اتفاق رائے آئین کے دائرے میں ہی ہونا چاہئے اور یہ بھی ضروری ہے کہ بات چیت کا ماحول سازگار بنانے کیلئے نہ صرف حکومت ان لوگوں کو رہا کردے جو دہشت گردی میں ملوث نہیں ہیں بلکہ طالبان بھی ان بے گناہ لوگوں اور سیکورٹی اہلکاروں کو چھوڑ دیں جو انہوں نے پکڑ رکھے ہیں حکومت یہ بھی واضح کرچکی ہے کہ طالبان تحریک سے وابستہ جو گروپ امن چاہتے ہیں ان سے مذاکرات کے ذریعے معاملات طے کئے جائیں گے اور جو دہشت گردی پر بضد ہیں انہیں انہی کی زبان میں جواب دیا جائے گا اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کہ دہشت گردوں کے بعض گروہ امن مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کیلئے پوری قوت سے سرگرم ہیں اسلام آباد کچہری کا سانحہ ابھی کل کی بات ہے۔ جمعرات کو آئی ایس آئی نے غداری کیس کی سماعت کرنے والی خصوصی عدالت کو ان کیمرہ بریفنگ میں بتایا کہ قبائلی علاقے سے ایک ٹیلی فون کال ٹریپ کی گئی ہے جس میں دو افراد پرویز مشرف پر عدالت میں پیشی کے دوران حملے کی منصوبہ بندی کررہے تھے اسے جواز بنا کر سابق صدر نے جمعہ کو عدالت میں پیش ہونے سے انکار کردیا اپنے شہریوں کا تحفظ حکومت کا فرض تو ہے ہی طالبان کو بھی چاہئے کہ وہ ایسے گروہوں سے صرف لاتعلقی ہی نہیں بلکہ ان کی نشاندہی بھی کریں تاکہ حکومت طالبان مذاکرات کا اصل مقصد یعنی امن وامان یقینی بنایا جاسکے حکومت مذاکرات کی کامیابی کیلئے جو اقدامات کررہی ہے ہر پاکستانی کی دعا ہے کہ ان کے نتائج اچھے ہوں لیکن یہ بھی سوچنا ہوگا کہ انہیں دیرپا کیسے بنایا جائے طالبان نے اصل لڑائی افغانستان سے امریکہ کو نکالنے کے لئے شروع کی تھی جس کا دائرہ بلاجواز پاکستان تک پھیلا دیا گیا اب جبکہ امریکہ افغانستان سے جانے والا ہے تو پہاڑوں میں لڑنے اور خفیہ ٹھکانے بنانے والے طالبان کو قومی دھارے میں شامل کرنے اور انہیں معمول کی پرامن زندگی کی طرف لانے کے لئے کئی مشکل فیصلے کرنا ہوں گے جو سیاسی و عسکری قیادت میں مکمل ہم آہنگی کے علاوہ علماء کرام سمیت زندگی کے تمام طبقوں کے سرگرم عملی تعاون کے متقاضی ہیں پاکستان برصغیر کے مسلمانوں کی عظیم جدوجہد اور بے پناہ قربانیوں سے حاصل کیا گیا تھا اس کے دفاع اور اسلامی تشخص کا تحفظ ہم سب کی ذمہ داری ہے حکومت اس سمت میں تمام ممکن کوششیں بروئے کار لارہی ہے طالبان کو بھی اس مقصد کے حصول کے لئے اپنا مثبت قومی وملی کردار ادا کرنا ہوگا۔

15-04-14 Jang

حکومت اور فوج : قبلہ ایک ہونا چاہئے

وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان کی جانب سے ملک کی عسکری اور سیاسی قیادت کے درمیان بعض وزراء کے بیانات کے نتیجے میں کشیدگی پیدا ہونے کا اعتراف اور اس پر جلد قابو پالینے کے یقین کا اظہار جہاں قابل اطمینان ہے وہیں یہ صورت حال اپنے اندر غور وفکر کے بھی کئی پہلو رکھتی ہے۔ وزیر داخلہ کے بقول آج حکومت اور فوج کا قبلہ ایک ہے اور تیس سال میں پہلی بار دونوں اداروں کے درمیان بہترین ورکنگ ریلیشن شپ موجود ہے۔ انہوں نے گزشتہ روز ایک نیوز کانفرنس میں انکشاف کیا کہ قیدیوں کی رہائی کے حوالے سے حکومت اور فوج میں کوئی اختلاف نہیں اور طالبان کے غیر عسکری قیدیوں کا فوج سے مشاورت کے بعد رہا کیا گیا ہے۔ وزیر داخلہ نے فوج اور حکومت کے تعلقات کی مضبوطی کو انتہائی ضروری قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ قیدیوں کی رہائی کے معاملے میں فوج کو اعتماد میں نہ لیا جاتا۔ طالبان کی جانب سے غیر عسکری قیدیوں کی رہائی کا کوئی مطالبہ اب تک سامنے نہیں آیا۔ طالبان سے لڑائی چل رہی ہے لہٰذا عسکری قیدیوں کی رہائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جبکہ غیر عسکری قیدیوں کی رہائی کے بغیر معاملات کا آگے بڑھنا مشکل ہے۔ وزیر داخلہ نے یقین دہانی کرائی کہ مذاکراتی عمل میں حکومت کو عسکری قیادت اور فوج کی سو فی صد حمایت حاصل ہے۔ انہوں نے مذاکراتی عمل کے تعطل کا شکار ہوجانے کے تاثر کو بھی غلط قرار دیا اور مذاکراتی عمل میں مثبت پیش رفت کا دعویٰ کرتے ہوئے کہا کہ اگر ڈیڈ لاک ہوا تو وہ خود میڈیا اور قوم کو پوری صورت حال سے آگاہ کریں گے۔

وزیر داخلہ کی ان وضاحتوں کے ساتھ ساتھ حکومت اور طالبان دونوں کی مذاکراتی کمیٹیوں اور تحریک طالبان کے ترجمان کے بیانات بھی منظر عام پر آئے ہیں۔ طالبان کی مذاکراتی کمیٹی کا کہنا ہے کہ اسے اب تک حکومت کی طرف سے رہا کیے گئے طالبان کی فہرست نہیں ملی ہے اور یہ کہ فوج کے تحفظات حکومت ہی دور کرسکتی ہے۔ جبکہ حکومتی مذاکراتی کمیٹی کے رکن رستم شاہ مہمند نے مذاکراتی عمل کی کامیابی کے لیے فوج کو مشاورت میں مکمل طور پر شامل رکھنے پر زور دیا ہے۔ انہوں نے متنبہ کیا ہے کہ فوج کو ساتھ لے کر نہ چلایا گیا تو مذاکراتی عمل ناکام ہوجائے گا۔ وہ اپنے ایک حالیہ بیان میں ایک بم دھماکے میں معصوم شہریوں کی ہلاکت کی مذمت کرتے ہوئے اسے شرعاً حرام قرار دے چکے ہیں۔ اس کے بعد طالبان شوریٰ کی جانب سے ایسے اقدامات سے مکمل گریز کی توقع ہے جس سے عام افراد کو نقصان پہنچ سکتا ہو۔ طالبان رابطہ کار کمیٹی کے رکن پروفیسر ابراہیم نے ایک اہم نشان دہی یہ کی ہے، جس پر حکومت کو فوری کارروائی کرنی چاہیے، کہ جن طالبان قیدیوں کو رہا کیا گیا ہے، ان کی فہرست فراہم کردی جائے تو ہم پاکستان کے غیر عسکری قیدیوں بشمول پروفیسر اجمل، علی حیدر گیلانی اور شہباز تاثیر کی رہائی کے لئے طالبان پر دباؤ ڈال سکیں گے۔ انہوں نے دو تین دن میں مذاکرات کے نئے دور کے آغاز کی امید ظاہر کرتے ہوئے تاخیر کا سبب مذاکرات کے معاملے میں فوج کی جانب سے تحفظات کے اظہار کو بتایا۔ ان کا کہنا تھا فوج حکومت ہی کا ایک ادارہ ہے اور اس کے تحفظات حکومت ہی دور کرسکتی ہے۔ ان تفصیلات سے یہ بات تو واضح ہے کہ مذاکراتی عمل کے حوالے سے فوج میں کسی نہ کسی حد تک بے اطمینانی محسوس کی گئی اور حکومت اسے دور کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ خود وزیر داخلہ کی جانب سے صورت حال پر جلد قابو پالینے کی یقین دہانی سے بھی اسی حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔ تاہم پالیسی سازی میں حکومت کے مختلف ذمہ داروں اور اداروں میں اختلافات کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ ضروری بات صرف یہ ہے کہ فیصلے کرنے سے پہلے مشاورت کا پورا اہتمام کیا جائے، سب کو اپنی رائے ظاہر کرنے کا کسی روک ٹوک کے بغیر موقع دیا جائے، معاملے کے تمام پہلوؤں کا پوری طرح جائزہ لیا جائے اور پھر جو بھی فیصلہ ہو اسے سب کی طرف سے تسلیم کیا جائے۔ حکومت اور فوج کا قبلہ ایک ہونا چاہیے اور ایسا اسی وقت ہوسکتا ہے جب مشاورت کے اہتمام اور اس کے بعد ہونے والے فیصلوں کو کھلے دل کے ساتھ ماننے کی روش سب کی طرف سے اپنائی جائے۔

15-08-13 Jang

سب سے بڑی جنگ کا سامنا

وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان نے منگل کے روز قومی سلامتی کی جس پالیسی کے بارے میں بعض اشارے دیئے اس کا مجموعی ڈھانچہ سامنے آنے میں دو ہفتے لگ سکتے ہیں مگر ایک بات یقینی ہے جس کی نشاندہی آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی نے کاکول میں آزادی پریڈ سے خطاب کے دوران کی ''جس قوم نے 10 سال سے زیادہ عرصہ دہشت گردی کا سامنا کیا اس کے خلاف دہشت گرد کبھی کامیاب نہیں ہونگے'' یہ پاکستانی قوم کا وہ ایقان اور عزم ہے جس کی بدولت اس نے ایک عشرے سے زیادہ عرصہ دنیا کی اس سب سے بڑی جنگ کا سامنا کیا ہے جسے بجا طور پر ''جنگوں کی ماں'' کہا جاسکتا ہے۔ وزیر داخلہ کا یہ کہنا درست ہے کہ ''افغانستان میں غیر ملکی طاقتوں کا قبضہ ہماری اپنی جنگ نہیں'' مگر اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ وطن عزیز کی مغربی سرحدوں کے قریب 40 سے زیادہ ملکوں کی فوجی سرگرمیوں کی وجہ سے یا اس کی آڑ میں ہم پر کئی جنگیں مسلط ہو چکی ہیں۔ سندھ، بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں الگ الگ نوعیت کی لڑائیاں لڑی جارہی ہیں۔ کراچی میں ایک اور قسم کی جارحیت کا سامنا ہے۔ وطن دشمن قوتوں کی طرف سے پاکستانی قوم اور امت کو منتشر کرنے کیلئے فرقہ واریت اور مسلکی اختلافات ابھارنے کی سرتوڑ کوششیں کی جارہی ہیں۔ وزیر داخلہ کے بیان کے مطابق بلوچستان میں بھارت سمیت کئی ممالک حالات خراب کرنے میں ملوث ہیں۔ اب 2014ء میں افغانستان سے اتحادی افواج کے انخلاء کا وقت قریب آنے کے ساتھ نئے چیلنج سامنے آنے کے امکانات ہیں جن میں خطے میں بالادستی کی پرانی بھارتی خواہش بھی شامل ہے۔ اس کا اظہار پچھلے دنوں کے دوران جموں و کشمیر کی کنٹرول لائن پر بلا اشتعال کارروائیوں، پاکستانی سفارت خانے اور دوستی بسوں پر حملوں، بھارتی میڈیا کی مہم سمیت کئی صورتوں میں ہوا ہے۔ اس کے جواب میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ قرارداد کے ذریعے مذکورہ کارروائیوں کی مذمت کر کے، جامع مذاکرات کے لئے اعتماد سازی کے اقدامات کی یاد دہانی کر کے اور مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے اقوام متحدہ کی قراردادوں کی حمایت کا اعادہ کر کے پاکستان کے اصولی مؤقف کی ترجمانی کی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ پاکستانی عوام اور فوج نے 14 اگست کو اپنا 66 واں یوم آزادی مناتے ہوئے وطن عزیز کے تحفظ کا جو عزم دہرایا ہے اس کی تکمیل کیلئے پوری قوم مشترکہ حکمت عملی پر عمل کرے۔ حکومت اس اتفاق رائے کے لئے ایک آل پارٹیز کانفرنس بلانا چاہتی ہے جس کا ایجنڈا چار نکات پر مشتمل ہوگا: (1) کیا موجودہ پالیسی کو جاری رکھا جائے (2) کیا قانون شکنوں اور دہشت گردوں سے مذاکرات کئے جائیں (3) کیا دہشت گردوں کے خلاف بھرپور فوجی ایکشن لیا جائے اور (4) کیا مذاکرات کے ساتھ طاقت کے استعمال کو بھی جاری رکھا جائے؟ اچھی بات یہ ہے کہ ہماری قیادت امن اور جنگ دونوں کیلئے تیار ہے لیکن زیادہ مناسب بات یہ ہوگی کہ حکومت اے پی سی کیلئے اپنی تجاویز زیادہ واضح اور غیر مبہم انداز میں مرتب کرے اور ممکن ہو تو سیاسی قائدین کے ورکنگ گروپ بنا کر اس پر پہلے سے غور کرلیا جائے کیونکہ ایک دن کی کانفرنس میں تمام امور کا گہرائی میں جا کر جائزہ لینا عملاً ممکن نہیں۔ چوہدری نثار علی خان نے صحافیوں سے جو گفتگو کی، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیکورٹی پالیسی کو اندرونی اور قومی پالیسی میں تقسیم کیا گیا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف تیزی سے کارروائی کے لئے خصوصی فورس تشکیل دینے، انسداد دہشت گردی کے قومی ادارے (نیکٹا) کو فعال بنانے، خفیہ ایجنسیوں کا مشترکہ سیکرٹریٹ قائم کرنے، کراچی اور کوئٹہ کے گرد سیکورٹی حصار بنانے، بلوچستان پولیس کے اہلکاروں کو تربیت دینے سمیت کئی فیصلے کئے گئے ہیں جو جامع پالیسی کا حصہ ہونگے اور جیسا کہ آرمی چیف نے کہا ''یہ جنگ تبھی جیتی جاسکے گی جب ہم سب مل کر ایک پالیسی پر متفق ہوں تاکہ نہ تو ہمارے ذہن میں ابہام رہے اور نہ دہشت گردوں کے۔'' گزشتہ روز منائے گئے یوم آزادی نے ہمیں یاد دلایا ہے کہ بحیثیت قوم ہم نہ تو ناکام تھے اور نہ ناکام ہوں گے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت طلب کرتے ہوئے مملکت خداداد کے تحفظ کے لئے پوری قوم فرد واحد کی طرح حرکت میں آئے اور منزل کو پالے۔

16-02-14 Jang

مذاکرات میں تعطل؟

قیام امن کے لیے جاری مذاکراتی عمل کے شروع ہونے کے بعد خلاف امن سرگرمیاں بند ہونے کی توقع اب تک پوری نہ ہوسکنے کے باعث مذاکرات کے مستقبل کے بارے میں خدشات پیدا ہوگئے ہیں۔ حالات کی نزاکت کی بنا پر اصل فریقوں یعنی حکومت اور طالبان کے براہ راست مکالمے کی بجائے دونوں طرف سے بات چیت کیلئے غیر متعلق افراد پر مشتمل کمیٹیاں اس یقین دہانی کے ساتھ تشکیل دی گئی ہیں کہ وہ مکمل طور پر بااختیار ہیں اور ان کی بات مانی جائے گی لیکن عملی صورتحال قدرے مختلف محسوس ہوتی ہے تحریک طالبان نے وزیرستان جانے والی ثالثی کمیٹی کو امن کے منافی سرگرمیاں بند کرنے کا یقین دلایا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد پشاور کے دو سینما گھروں اور ایک ہوٹل میں ہونے والی دہشت گردی کی کارروائیوں سے طالبان نے فوری طور پر لاتعلقی کا اظہار کرکے اس تاثر پختہ کیا کہ انہوں نے امن منافی اقدامات بند کردیے ہیں لیکن دو دن پہلے کراچی میں پولیس پر حملے کی ذمے داری قبول کرکے یہ خوش فہمی دور کردی۔ انہوں نے اس کا سبب اپنی تحریک کے بعض کارکنوں کے خلاف پولیس کی مبینہ کارروائی کو بتایا اور اعلان کیا کہ جب تک حکومت فائر بندی نہیں کرے گی اس وقت تک طالبان بھی ایسا نہیں کریں گے۔ اس تناظر میں جمعہ کو حکومت پاکستان اور تحریک طالبان دونوں کی نمائندگی کرنے والی کمیٹیوں کا مشترکہ اجلاس ہوا۔ اس اجلاس کے بعد جاری کیے جانے والے مشترکہ اعلامیہ کی رو سے دونوں کمیٹیوں نے ملک میں پے درپے ہونے والے امن منافی واقعات پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ایسی سرگرمیوں کے جاری رہنے کے نہایت منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ حکومتی کمیٹی کے ارکان نے کراچی میں پولیس پر حملے کے واقعے کا حوالہ دیتے ہوئے واضح کیا کہ دہشت گردی کی کارروائیوں کے جاری رہنے کی صورت میں امن عمل آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ اس لیے طالبان واضح اور دوٹوک الفاظ میں اعلان کریں کہ امن کے منافی کارروائیاں بلاتاخیر بند کی جارہی ہیں اور اس اعلان پر مؤثر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے۔ مشترکہ اعلامیہ کے مطابق طالبان کی نمائندگی کرنے والی کمیٹی نے بھی حکومتی کمیٹی کے اس موقف سے اتفاق کرتے ہوئے اس ضرورت کا اظہار کیا کہ حکومت بھی کوئی ایسا قدم نہ اٹھانے کا واضح طور پر اعلان کرے جس کے نتیجے میں اشتعال پھیل سکتا ہو۔ مشترکہ اعلامیہ میں دونوں کمیٹیوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ کسی بھی جانب سے طاقت کا استعمال نہ کیا جائے۔ حکومتی کمیٹی نے اپنے اس موقف کا اعادہ کیا ہے کہ خلاف امن کارروائیوں کے مؤثر خاتمے کے بعد اعتماد کی بحالی اور دیگر اقدامات کے لیے پیش رفت کی جائے گی۔ مذاکراتی کمیٹیوں کے مشترکہ اجلاس کے بعد مولانا سمیع الحق نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ بارہ سال کی جنگ ختم ہونے میں وقت لگے گا تاہم امید ہے کہ ایک دو دن میں جنگ بندی ہوجائے گی۔ انہوں نے قوم کو یقین دلایا کہ مذاکرات کو تعطل کا شکار نہیں ہونے دیا جائے گا۔ مولانا سمیع الحق نے یہ بھی بتایا کہ دونوں طرف کے تحفظات دور کرنے کے لیے علماء کا اجلاس بلانے کا فیصلہ کیا گیا ہے تاکہ ان کی مشاورت کی روشنی میں پیش رفت کی جائے۔ حکومت اور طالبان دونوں کو اپنی یقین دہانیوں کے مطابق ان کمیٹیوں کے ساتھ پورا تعاون کرنا چاہیے اور جن باتوں پر ان کے درمیان اتفاق ہوا نہیں اپنے عمل سے مسترد کرکے کمیٹیوں کی محنت کو ضائع کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ یہ حقیقت دونوں فریقوں اور اسلام کے نام پر امن منافی سرگرمیوں میں ملوث تمام تنظیموں کو سمجھنی چاہیے کہ کسی نہ کسی طور پر جنگ جاری رکھنا ہمارے مشترکہ دشمنوں کا ایجنڈا ہے اور جو بھی امن کی بات چیت میں خلل ڈالنے کی کوشش کررہا ہے وہ درحقیقت اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کے مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بن رہا ہے۔ لہٰذا جو تنظیمیں امن مذاکرات اور اس کے لیے ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء کی اپیلوں کے باوجود امن کے منافی اقدامات جاری رکھے ہوئے ہیں انہیں ایسا کرنے سے روکنے کے لیے تحریک طالبان کو بھی اپنے اثرات استعمال کرنے چاہئیں اور ان تنظیموں کے باز نہ آنے کی صورت میں ان کے خلاف فیصلہ کن کارروائی پر اسے کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

16-03-14 Jang

ریاست کا پہلا فریضہ۔ امن!

حکومت کی جانب سے ملک میں امن وامان کی صورت حال بہتر بنانے کی مستقل کوششوں کے باوجود دہشت گردی اور قتل وغارت کے واقعات کا سلسلہ ختم نہیں ہوسکا ہے۔ تحریک طالبان پاکستان کی جانب سے ایک ماہ کی آزمائشی جنگ بندی کے اعلان اور اس کے نتیجے میں مذاکراتی عمل میں اہم پیش رفت اگرچہ جاری ہے لیکن دہشت گردی کی وارداتیں رکی نہیں ہیں۔ ڈیڑھ ہفتہ پہلے اسلام آباد کی ایک کچہری میں دہشت گردی کی کارروائی میں ایک جج سمیت تقریباً ایک درجن افراد کے جاں بحق ہونے کا سنگین سانحہ پیش آیا جبکہ گزشتہ روز پشاور میں خودکش حملے اور کوئٹہ میں سائیکل میں نصب بم کے پھٹنے سے 22 قیمتی زندگیوں کا خاتمہ ہوگیا۔ اسلام آباد کچہری کی واردات کی طرح جمعہ کو پیش آنے والے ان دونوں واقعات سے تحریک طالبان نے فوری طور پر لاتعلقی کا اظہار کیا ہے جبکہ احرار الہند نامی تنظیم نے کچہری دہشت گردی کے بعد پشاور اور کوئٹہ کی دونوں وارداتوں کی ذمے داری بھی قبول کرلی ہے۔ کراچی میں برسوں سے جاری ٹارگٹ کلنگ، بھتہ خوری، گینگ وار، فرقہ وارانہ قتل وغارت، اور سڑکوں پر لوٹ مار کی روک تھام پر خاص توجہ دیتے ہوئے وفاقی حکومت نے تقریباً سات ماہ پہلے پولیس اور رینجرز کے ذریعے آپریشن شروع کیا تھا۔ اس آپریشن کی ابتداء میں خاصے امید افزاء نتائج سامنے آئے لیکن اب شہر میں ٹارگٹ کلنگ، گینگ وار اور بھتہ خوری کے واقعات کے حوالے سے حالات پھر ابتر ہیں۔ تاہم وزیر اعظم نے جمعہ روز کراچی آمد کے بعد شہر میں امن وامان کی بحالی کے عمل کی ذاتی طور پر نگرانی کرنے اور اس ضمن میں اہم اقدامات بروئے کار لانے کے لئے جس غیر متزلزل عزم کا اعادہ کیا ہے اس سے شہریوں کو بہت حوصلہ ملا ہے۔ فی الحقیقت ملک میں بدامنی بیک وقت مختلف النوع اسباب وعوامل کا نتیجہ ہے اور اس پر قابو پانے کے لئے الگ الگ حکمت عملی کا اختیار کیا جانا ضروری ہے۔ تحریک طالبان اور اس سے وابستہ گروپوں کی کارروائیاں نظریاتی اور فکری اختلافات کا نتیجہ ہیں۔ لہٰذا ان کے ساتھ مذاکرات کے طریقے کا آزمایا جانا بلاشبہ معقول اور ضروری ہے۔ حوصلہ افزاء بات یہ ہے کہ تحریک طالبان کی مرکزی قیادت خود مذاکراتی عمل میں سنجیدہ نظر آتی ہے جس کا اظہار اس نے جنگ بندی کے اعلان، آئین پاکستان کے خلاف بیانات کی بندش اور مذاکراتی ٹیموں کے ارکان کے ساتھ مثبت رویہ اپنا کر کیا ہے۔ تاہم ان سے وابستہ رہنے والا کوئی گروپ اگر اب بھی دہشت گردی کی کارروائیاں جاری رکھنے پر مصر ہے تو انہیں اس کے خلاف کارروائی میں حکومت کی مدد بھی کرنی چاہئے۔ احرار الہند نامی گروپ اگر مذاکراتی عمل کو سبوتاژ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے تو طالبان کو اس گروپ کے خلاف خود بھی ممکنہ انضباطی کارروائی کرنی چاہئے اور حکومت پاکستان کو بھی پورا تعاون فراہم کرنا چاہئے۔ اس کے برعکس کراچی میں بدامنی کسی نظریاتی اختلاف کا نتیجہ نہیں بلکہ بعض سیاسی عناصر کی جانب سے مسلح ونگ بنانے اور جرائم پیشہ مافیاؤں کی سرپرستی کا نتیجہ ہے۔ اس کا اظہار خود ڈی جی رینجرز نے گزشتہ روز شہر میں وزیر اعظم کی سربراہی میں ہونے والے اعلیٰ سطحی اجلاس میں لیاری کے علاقے میں گینگ وار کے حوالے سے بطور خاص کیا۔ لیکن یہ کوئی راز نہیں کہ کراچی میں سیاسی، لسانی اور فرقہ وارانہ بنیادوں پر ہونے والی قتل وغارت گری اور بھتہ خوری وغیرہ کی پشت پناہی بھی ایسے ہی حلقے کرتے چلے آرہے ہیں۔ وزیر اعظم نے جرائم پیشہ عناصر کے سیاسی سرپرستوں کو بھی قانون کی گرفت میں لانے کا حکم دیا ہے، اس حکم پر اس کی روح کے مطابق عمل درآمد یقینی بنایا جانا چاہئے۔ وزیر اعظم نے سول سیکورٹی اداروں میں بھرتی پر پابندی ختم کرنے کی اجازت بھی دی ہے۔ اس اقدام سے امن وامان کے قیام کے لئے درکار مزید نفری فراہم ہوگی لیکن اس عمل میں سیاسی وابستگیوں کا عمل دخل بالکل نہیں ہونا چاہئے اور تمام بھرتیاں خالصتاً میرٹ کی بنیاد پر ہونی چاہئیں کیونکہ قانون نافذ کرنے والے اداروں میں سیاسی کارکنوں کی موجودگی بحالی امن کی کارروائی کے نتیجہ خیز نہ ہونے کا ایک اہم سبب ہے۔

17-01-14 Jang

طالبان سے بات چیت کب ہوگی؟

وزیر اعظم محمد نواز شریف نے جیو نیوز کے سیاسی آگہی سے متعلق ایک معروف پروگرام میں طالبان سے نمٹنے کی سرکاری حکمت عملی کے مختلف نکات پر بات چیت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ضروری نہیں کہ صرف حکومت طالبان سے مذاکرات کرے اس مقصد کے لئے وہ خود عمران خان، مولانا سمیع الحق، مولانا فضل الرحمٰن اور سید منور حسن سے بات کریں گے۔ اگرچہ ملک کی تمام بڑی سیاسی جماعتیں قیام امن کے لئے اصولی طور پر طالبان سے مذاکرات کا آغاز کرنے کی حمایت کرچکی ہیں اور اس سلسلے میں آل پارٹیز کانفرنس میں اس کی منظوری بھی دی جاچکی ہے لیکن ابھی تک اس حوالے سے کوئی موثر پیش رفت ہوتی نظر نہیں آئی۔ حکومت کی جانب سے اگرچہ طالبان سے بات چیت کے لئے مولانا سمیع الحق کو باقاعدہ ٹاسک دے دیا گیا تھا لیکن خود ان کو یہ شکوہ ہے کہ حکومت نے مذاکرات کا گرین سگنل تو دے دیا ہے لیکن وہ تذبذب کی شکار ہے اور بات چیت کے لئے سنجیدہ دکھائی نہیں دیتی۔ اس کی وضاحت تو وہ خود یا کوئی حکومتی نمائندہ ہی کرسکتا ہے لیکن نظر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ طالبان کے اپنے 33 سے زائد گروپ موجود ہیں جو کسی مرکزی قیادت کو تسلیم نہیں کرتے اور ہر ایک کا اپنا اپنا ایجنڈا ہے اس لئے انہیں گفت وشنید کی میز پر لانا اور بات چیت کے ذریعے معاملات کو طے کرنے کا کام بے حد کٹھن اور صبر آزما ہے اور خصوصاً اس صورت میں کہ ان میں سے بعض گروہ نہ تو آئین پاکستان کو مانتے ہیں نہ مذاکرات کے لئے آگے بڑھنے کو تیار ہیں۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس سلسلے میں پیش رفت کتنی مشکل ہے لیکن سیاسی وعسکری قیادت اس امر پر بہر حال متفق ہوچکی ہے کہ مذاکرات صرف آئین کو ماننے والے اور مسلح جدوجہد کو ترک کرنے والے گروہوں سے ہی کئے جائیں گے۔ یہ بات بہر طور کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ یہ کام صرف حکومت کے کرنے کا نہیں بلکہ اس میں طالبان پر اثر ورسوخ رکھنے والی تمام شخصیات کے تعاون کی ضرورت ہوگی اور اگر پوری سنجیدگی، خلوص اور یکسوئی سے اس ضمن میں اجتماعی جدوجہد کی جائے تو امکان غالب ہے کہ اس تنگنائے سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی صورت ضرور نکل آئے گی۔

17-02-14 Jang

اعلامیۂ امن

ہفتہ کے روز لاہور میں حکومت طالبان مذاکرات کے حوالے سے منعقد کئے جانے والے علماء ومشائخ کے کنونشن کے اختتام پر جاری کئے جانے والے ایک مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ دونوں فریق فوری طور پر جنگ بندی کا اعلان کریں، ہتھیاروں کی بجائے امن کی زبان میں بات کی جائے کیونکہ طاقت کے استعمال سے ملک میں ایک نہ ختم ہونے والے خون خرابے کا آغاز ہوجائے گا اس لئے اگر مذاکرات ناکام ہوں تو بھی طاقت استعمال نہ کی جائے۔

اگرچہ علماء کرام اور مشائخ عظام کا بڑی تعداد میں اس کنونشن میں شرکت کرنا اور حکومت طالبان بات چیت کو طاقت کا آپشن استعمال کئے بغیر ڈائیلاگ اور مکالمے کے ذریعے حل کرنے پر زور دینا غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے اور اس امر کا تاثر دیتا ہے کہ مذہبی جماعتوں اور تنظیموں کی ایک بڑی تعداد وہشت گردی کے مسئلے کو مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کی خواہاں ہے لیکن اس کنونشن میں تشنگی کا یہ پہلو بہر طور موجود ہے جسے فرقہ واریت کی چھاپ سے الگ کرکے دیکھنا مشکل ہے کیونکہ یہ ایک ہی مسلک کی جماعتوں اور تنظیموں کی عکاسی کرتا ہے اور اسے تمام مکاتب فکر کا نمائندہ اجتماع قرار دینا مشکل ہے اگر جمعیت علماء اسلام ف، دیگر مذہبی جماعتوں اور اہل تشیع کی بھی باضابطہ طور پر اس میں شرکت یقینی بنانے کا اہتمام کرلیا جاتا تو مشترکہ اعلامیہ کی ہمہ گیری اور وسعت بہت زیادہ مثبت اثرات کی حامل ہوتی اسی طرح اگر مسلم لیگ ن پی پی اور تحریک انصاف بھی اس میں شامل ہوجائیں تو سیاسی ومذہبی اعتبار سے اس کی نمائندہ حیثیت کہیں زیادہ پُراثر ہوتی ہماری معاصر تاریخ میں مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے فرقہ واریت کے خاتمے کے لئے متحدہ علماء کونسل تشکیل دے کر وحدت ملی کو مضبوط کرنے کے لئے جس طرح تمام مکاتب فکر کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا تھا اگر اسی طرز پر اس کنونشن کو بھی ممکن حد تک جامع بنایا جاتا تو اس کے اثرات کہیں زیادہ وسیع اور دوررس اہمیت کے حامل ہوتے۔

17-09-13 Jang

مذاکرات کے مستقبل پر سوالیہ نشان

اپر دیر میں بارودی سرنگ کے دھماکے میں پاک فوج کے میجر جنرل، لیفٹیننٹ کرنل اور ایک لانس نائیک کی شہادت اور تحریک طالبان کی طرف سے اس اندوہناک واقعے کی ذمہ داری قبول کرنے سے ملک میں قیام امن کے لئے حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات کے امکانات ایک بار پھر دھندلاتے نظر آرہے ہیں ماضی میں بھی جب جب حکومت اور طالبان کے درمیان مفاہمتی عمل شروع ہونے کی امید پیدا ہوئی کوئی نہ کوئی اشتعال انگیز واقعہ پیش آگیا جس نے سارے معاملے کو تلپٹ کر کے رکھ دیا اس مرتبہ آل پارٹیز کانفرنس کے بعد ماحول میں ایک واضح تبدیلی نظر آرہی تھی طالبان کی طرف سے دو تین ہفتے سے خاموشی تھی۔ حکومتی ادارے محتاط تھے۔ ملک کی تمام سیاسی پارٹیوں نے حکومت کو طالبان سے مذاکرات کا مینڈیٹ دے دیا تھا عسکری قیادت نے اس فیصلے کی مکمل حمایت کی تھی اور خود طالبان نے بھی اپنے ترجمان کے ذریعے مذاکرات کے حق میں مثبت ردعمل کا اظہار کیا تھا اس سے بحالی امن کی امید پیدا ہو رہی تھی توقع تھی کہ اب باہمی رابطوں کے بعد باضابطہ مذاکرات شروع ہو جائیں گے مگر اتوار کو دیر کے واقعے اور اسی روز شمالی وزیرستان میں بم اور راکٹ حملے میں چار سکیورٹی اہلکاروں کی شہادت سے معاملہ پھر الجھتا دکھائی دے رہا ہے پاک فوج کے جری افسروں اور جوانوں کی شہادت کے واقعات پر حکومت نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ہے اور وزیراعظم نواز شریف نے اپنے تعزیتی کلمات میں ایسی کوئی بات کہنے سے گریز کیا ہے جو جلتی پر تیل کا کام دے مگر تحریک طالبان نے سخت موقف اپناتے ہوئے حکومت سے مذاکرات کیلئے پیشگی شرائط پیش کر دی ہیں طالبان کے ترجمان نے کہا ہے کہ حکومت ہمارے قیدی رہا کرے اور فاٹا سے فوج واپس بلا لے ورنہ بات چیت کا عمل آگے بڑھنا ممکن نہیں اگر ان کے اس موقف کو ایک روز قبل خیبر پختونخوا کی حکومت کے اس اعلان کے پس منظر میں دیکھا جائے جو ملاکنڈ سے فوج کی واپسی کے بارے میں تھا تو صاف پتہ چلتا ہے کہ طالبان نے اسے حکومت کی کمزوری پر محمول کیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ حکومت ان کی طاقت کے سامنے کمزور پڑ رہی ہے اس لئے اس سے جو چاہو منوا لو دیر کا واقعہ اسی سوچ کا نتیجہ اور حکومت پر دباؤ بڑھانے کا حربہ ہو سکتا ہے پاکستانی طالبان نے پچھلی حکومت کی طرف سے مذاکرات کی پیشکش پر کہا تھا کہ مسلم لیگ ن جے یو آئی (فضل الرحمان) اور جماعت اسلامی ضمانت دیں تو بات چیت ہو سکتی ہے اس وقت تو ملک میں خود مسلم لیگ ن کی حکومت ہے اور اس نے طالبان کے خلاف اب تک ایسی کوئی کارروائی بھی نہیں کی جس سے اس کے متعلق بدگمانی پیدا ہو البتہ اس دوران ایک ڈرون حملہ ضرور ہوا ہے اور ساری دنیا جانتی ہے کہ حکومت کھل کر اس کی مخالفت کر رہی ہے اور اے پی سی کے فیصلے کے تحت ان حملوں کا مسئلہ اقوام متحدہ میں اٹھانے والی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ طالبان نے اچانک سکیورٹی فورسز پر حملے اور امن کے لئے اپنی شرائط پیش کرنا شروع کر دی ہیں اس سے بعض حلقوں کے اس نظریئے کو تقویت ملتی ہے کہ طالبان کی صفوں میں ایسے غیر ملکی ایجنٹ گھسنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جو پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کیلئے اسے دہشت گردی کا اکھاڑہ بنائے رکھنا چاہتے ہیں طالبان کے سامنے شریعت کی بالادستی یا عوامی حقوق سمیت کوئی اچھا مشن ہے تو پر امن بات چیت کے ذریعے انہیں اس کے حصول کا بہتر موقع مل رہا ہے طالبان کو اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے تاکہ خلق خدا کا امن و سکون بحال ہو شکوک و شبہات دور کرنے کیلئے طالبان کے اگر کچھ تحفظات ہیں تو تحفظات سیاسی اور عسکری قیادت کے بھی ہیں بہتر آپشن یہی ہے کہ شرائط مذاکرات کی میز پر پیش کی جائیں اور امن کو راستہ دیا جائے ایسا نہ کیا گیا تو ان عناصر کو تقویت ملے گی جو صرف فوجی کارروائی کو اس مسئلے کا حل سمجھتے ہیں یہ ایسا حل ہے جو بہت سنگین خطرات کا حامل ہے طالبان کو اس سے بچنا چاہئے اور اپنی صفوں میں ممکنہ طور پر گھسے ہوئے غیر ملکی ایجنٹوں کا ایجنڈا کامیاب نہیں ہونے دینا چاہئے حکومت کو بھی بہت سوچ سمجھ کر اس مسئلے سے نمٹنے کیلئے کوئی لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے اشتعال اور عجلت میں اٹھایا گیا کوئی بھی قدم قومی مفاد میں نہیں ہو گا۔

18-02-14 Jang

مذاکرات کا افسوسناک موڑ

کئی طرح کی عملی مشکلات کے باوجود حکومت اور طالبان کے درمیان کمیٹیوں کی سطح پر مذاکراتی عمل آگے بڑھ رہا تھا اور توقع یہی تھی کہ فریقین ایک دوسرے کے مطالبات کے حوالے سے جلد ہی کسی مثبت نتیجے پر پہنچ جائیں گے مگر طالبان کے ایک گروپ کے ہاتھوں ایف سی کے 23 مغوی اہلکاروں کے قتل سے صورت حال میں یک لخت ایک نیا موڑ سامنے آ گیا ہے۔ کالعدم تحریک طالبان مہمند ایجنسی نے مبینہ طور پر ایک خط اور وڈیو پیغام کے ذریعے جون 2010ء میں شونگڑی پوسٹ سے اغواء کئے جانے والے ایف سی اہلکاروں کو قتل کرنے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ انہیں کراچی میں طالبان کے دو دہشت گردوں کو ہلاک کرنے کا بدلہ لینے کے لئے مارا گیا ہے اس نئی صورت حال کے پیش نظر حکومتی کمیٹی نے پیر کو طالبان کمیٹی سے طے ہونے والی ملاقات ملتوی کر دی اور طالبان سے وضاحت طلب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس المناک واقعے کے منظر عام پر آنے سے ایک ہی روز قبل طالبان شوریٰ کی طرف سے یہ اطلاع ملی تھی کہ اس نے سیز فائر کے اعلان سے اتفاق کر لیا ہے لیکن ساتھ ہی مطالبہ کیا ہے کہ بوڑھوں، بچوں اور خواتین سمیت غیر جنگجو طالبان قیدیوں کو رہا کر دیا جائے اور جنوبی وزیرستان سے فوج واپس بلائی جائے حکومتی کمیٹی نے بھی طالبان کی تحویل میں موجود بے گناہ مغویوں کی رہائی اور کم سے کم ایک ماہ کے لئے فائر بندی کا مطالبہ کیا تھا اس معاملے پر پیر کو مذاکراتی کمیٹیوں کی ملاقات میں غور ہونا تھا مگر ایف سی اہلکاروں کی شہادت آڑے آ گئی اس پر طالبان کمیٹی کے ارکان اور کوآرڈی نیٹر نے بھی تشویش اور اضطراب کا اظہار کیا ہے کمیٹی کے فوری طور پر بلائے گئے اجلاس کے بعد جو وضاحتی بیان جاری کیا گیا اس میں 23 اہلکاروں کے قتل کی مذمت کی گئی اور زور دیا گیا ہے کہ دونوں کمیٹیاں مل کر طالبان سے اس کی وضاحت طلب کریں اور امن مذاکرات جاری رکھنے کی کوششیں کی جائیں جبکہ حکومتی کمیٹی کا بھی باہمی مشاورت کے لئے اجلاس متوقع ہے۔ ابھی تک یہ واضح نہیں ہو سکا کہ قتل کا فیصلہ طالبان شوریٰ نے کیا یا یہ صرف ایک گروپ کی کارروائی ہے مہمند ایجنسی کے طالبان گروپ کے سربراہ طالبان شوریٰ میں بھی شامل ہیں اس لئے حتمی طور پہ نہیں کہا جا سکتا کہ طالبان قیادت کا اس واقعے سے کوئی تعلق نہیں اگر واقعی وہ اس سے بے خبر ہے تو اسے اس گروپ کے خلاف کارروائی کرنی چاہئے۔ اس امر پر اتفاق ہو جانے کے بعد بھی کہ بات چیت کے دوران دونوں فریق ایسی کارروائیوں سے اجتناب کریں گے جن سے مذاکرات میں رکاوٹ پیدا ہو طالبان کی جانب سے پہلے کراچی میں پولیس بس پر حملہ اور اب ایف سی کے مغوی اہلکاروں کا قتل ناقابل فہم ہے۔ ایسے حالات میں جبکہ دونوں طرف سے لاتعداد لوگ دہشت گردی کی جنگ کا نشانہ بنے بدلہ لینے کی روایت کو درست مان لیا گیا تو پھر یہ سلسلہ کبھی رکنے والا نہیں اور امن کا خواب محض ایک خواب بن کر رہ جائے گا طالبان اسلام کی بات کرتے ہیں جو امن و سلامتی کا دین ہے اس میں بے گناہ لوگوں کے قتل کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ قیدیوں کی حفاظت پر تو خاص طور پر زور دیا گیا ہے بہتر ہو گا کہ جن احکامات پر علماء امت کا اجماع ہے طالبان ان کی سختی سے پاسداری کریں ریاست سے ان کا اختلاف امریکہ کی حمایت کے مسئلہ پر شروع ہوا اب جبکہ امریکہ افغانستان سے جانے والا ہے تو انہیں ریاست اور اس کے بے گناہ عوام کے خلاف جنگ سے کنارہ کشی اختیار کر لینی چاہئے اور اپنے مطالبات کے حوالے سے حکومت سے جاری مذاکرات کو نتیجہ خیز بنانے میں مثبت کردار ادا کرنا چاہئے وزیراعظم نواز شریف نے حکومتی کمیٹی کے رابطہ کار سے بات چیت کے دوران درست کہا ہے کہ مذاکرات کی کامیابی سب کی ذمہ داری ہے طالبان قیادت کو بھی خلوص نیت سے یہ ذمہ داری نبھانی چاہئے اور ایسے گروپوں کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے جو مذاکرات کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں امن اس وقت قوم کی سب سے بڑی ضرورت ہے جو ہتھیاروں کے استعمال سے نہیں مذاکرات کی میز پر افہام و تفہیم سے ہی حاصل ہو سکتا ہے حکومت اور طالبان دونوں کو صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے امن کی جانب پیش قدمی جاری رکھنی چاہئے۔

18-03-14 Jang

بندوق نہیں، محبت چاہئے!

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات سینیٹر پرویز رشید نے کہا ہے کہ دہشت گرد اپنی سوچ مسلط کرنا چاہتے ہیں لیکن بندوق کے زور پر عوام کی زندگی کو کنٹرول کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ لاہور میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کے لئے کسی سپر کمیٹی کا وجود نہیں۔ وزیر اعظم براہ راست نگرانی کر رہے ہیں۔ مذاکرات کے خواہشمند گروپوں سے بات چیت ہو جائے گی تو پھر گفتگو نہ کرنے والوں کے متعلق لائحہ عمل طے کریں گے۔ ان کا یہ کہنا ہر صورت درست ہے کہ بعض دہشت گرد ریاست کے اندر ریاست بنانا چاہتے ہیں متحد ہو کر ان سے نمٹنا ہوگا۔ وفاقی وزیر اطلاعات نے اس یقین کا اظہار کیا ہے کہ امن مذاکرات میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ ملک میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لئے حکومت نے طالبان سے امن مذاکرات کا راستہ اختیار کیا ہے تاکہ آپس میں بات چیت کے ذریعے مسئلہ کا حل تلاش کیا جائے اور اس سمت میں دونوں جانب سے مثبت پیش رفت ہو رہی ہے۔ طالبان کی کمیٹی نے طالبان قیادت سے ملاقات کے بعد حکومتی مذاکراتی کمیٹی اور طالبان قیادت سے براہ راست بات چیت کا اہتمام کیا ہے۔ اس حوالے سے مذاکرات کے لئے جگہ کا تعین کیا جا رہا ہے۔ حکومت ہی نہیں ملک کی سیاسی جماعتوں اور دوسرے اداروں میں اس بات پر اتفاق ہے کہ دہشت گردی کے خاتمے کے لئے طالبان سے مذاکرات کئے جائیں اور اس تائید کے بعد ہی حکومت نے آگے بڑھ کر رابطہ کمیٹی قائم کی تھی جس کو بڑی حد تک کامیابی ہوئی ہے تاکہ ملک میں بندوق نہیں بلکہ محبت کے ذریعے پرامن ماحول بحال کیا جاسکے اور یہی جمہوری اور درست راستہ ہے۔ حکومت نے اس حوالے سے جو قدم اٹھایا ہے اس کی ریاست کے تمام ستونوں نے بھی نہ صرف تائید کی ہے بلکہ اس حوالے سے اپنا کردار بھی ادا کر رہے ہیں۔ وزیر اطلاعات کا کہنا ہے اور قوم بھی توقع رکھتی ہے کہ ملک میں قیام امن کی کوششیں جلد بار آور ہوں گی۔

SMS: #JEC (space) message & send to 8001

18-04-14 Jang

جنگ بندی ختم نہ کریں

ترجمان تحریک طالبان شاہد اللہ شاہد نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ حکومت کی غیر سنجیدگی اور ہمارے خلاف آپریشن ''روٹ آوٹ'' جاری رہنے کے باعث طالبان شوریٰ نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ قیام امن کی خاطر کی جانے والی عارضی جنگ بندی میں مزید توسیع نہیں ہوگی تاہم مذاکراتی عمل جاری رہے گا۔ اسی بیان میں نے اظہار افسوس کرتے ہوئے انہوں نے یہ بھی کہا کہ ساتھیوں کی مخالفت کے باوجود جنگ بندی کا تحفہ دیا لیکن حکومت نے مناسب جواب نہیں دیا اس لئے اب اگر حکومت نے سنجیدہ کوشش کی تو ہم بھی اس کا مناسب جواب دیں گے۔

تحریک طالبان کے ذمہ داران نیز حکومتی اور طالبان کمیٹیوں کی جانب سے اب تک بڑے تواتر کے ساتھ یہ تاثر دیا جاتا رہا ہے کہ مذاکرات میں کسی قسم کا کوئی ڈیڈلاک اور تعطل موجود نہیں اور معاملات درست سمت میں آگے بڑھ رہے ہیں لیکن عین اس مرحلے پر جب پوری قوم دو طرفہ جنگ بندی کے مستقل ہونے کی توقع کر رہی تھی طالبان کی طرف سے سیز فائر ختم کرنے کا اعلان بہت حیران کن ہے کیونکہ موجودہ حکومت بعض سیاسی پارٹیوں کی جانب سے مذاکرات کی پرزور مخالفت کے باوجود جس طرح بات چیت کے عمل کو جاری رکھے ہوئے تھی اس کی ستائش کرتے ہوئے طالبان کے بعض اپنے حلقوں کی جانب سے یہ کہا جا رہا تھا کہ جتنی ذمہ داری سے موجودہ حکومت ڈائیلاگ اور مکالمے کو آگے بڑھا رہی ہے اتنی سنجیدگی کا مظاہرہ کسی دوسری حکومت نے نہیں کیا تو پھر آخر اچانک کونسی ایسی صورت حال پیدا ہوگئی ہے کہ طالبان کو واپس خانہ اول میں جانا پڑا۔ اگرچہ طالبان نے مذاکرات کا دروازہ اب بھی مکمل طور پر بند نہیں کیا لیکن سیز فائر کر کے ختم کرنے کے اعلان سے بات چیت کی مخالف اور امن دشمنوں کو ہی تقویت ملے گی اس لئے طالبان کو جنگ بندی کے خاتمے کے فیصلے پر نظر ثانی کرنی چاہئے کیونکہ شدت پسندی کی کارروائیوں میں بے گناہ اور معصوم جانوں کے اتلاف کو وہ خود حرام اور غیر اسلامی قرار دے چکے ہیں۔

19-01-14 Jang

طالبان سے مذاکرات کون کرے؟

چیئرمین تحریک انصاف عمران خان نے کہا ہے کہ تمام جماعتوں نے وزیر اعظم کو طالبان سے مذاکرات کرنے کا مینڈیٹ دیا تھا لیکن اس ضمن میں اب تک کیا پیش رفت ہوئی ہے اس بارے میں کسی کو کچھ علم نہیں اس لئے وزیر اعظم ایک اور اے پی سی بلا کر بتائیں کہ مذاکرات کیوں نہیں ہوئے؟ جیسا کہ پچھلے مہینوں کے دوران آنے والی صورتحال سے واضح ہے۔ طالبان کو بات چیت کے ذریعے قیام امن پر آمادہ کرنا یقیناً ایک مشکل کام ہے لیکن چونکہ سیاسی جماعتوں کی اکثریت اس امر پر متفق ہے کہ بات چیت کے آپشن کو پہلا موقع دیا جانا چاہئے۔ اس لئے قوم کا جھکاؤ ترجیحاً اس راستے کو استعمال کرنے کی جانب ہے لیکن ابھی تک نہ تو یہ واضح ہے کہ مذاکرات کا ڈول ڈالا بھی گیا ہے یا نہیں نہ ہی کسی کو یہ علم ہے کہ اگر اس سمت میں کوئی سلسلہ جنبانی ہوا بھی ہے تو اس کا بیڑا کس نے اٹھایا ہے۔ غیر سیاسی عناصر یہ کام انجام دے رہے ہیں یا یہ ذمہ داری سیاسی سطح پر ادا کی جارہی ہے اور اگر یہ دونوں حلقے اس فریضہ کی ادائیگی نہیں کر رہے تو کیا مذہبی رہنما اس سمت میں قدم بڑھا رہے ہیں اور اگر ایسا ہے تو مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحق ایسے لیڈروں میں سے یہ کٹھن کام کس کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس بے یقینی کی فضا میں کسی کو یہ پتہ نہیں چل رہا کہ کچھ ہو بھی رہا ہے یا نہیں۔ ان حالات میں چیئرمین تحریک انصاف کی طرف سے نئی اے پی سی بلوانے کی تجویز کو سنجیدگی سے لیا جانا چاہئے اور اگر ازسرنو اس قسم کا اہتمام کرنے میں کسی کو کوئی تحفظات ہوں تو پارلیمنٹ کے ایک باضابطہ اجلاس میں اس فیصلے پر نظرثانی کی جانی چاہئے کیونکہ دہشت گردی میں جس رفتار سے تیزی آرہی ہے اس میں اگر جملہ معاملات سب کے سامنے نہیں لائے جاسکتے تو ان نمائندوں کو تو اس سے ضرور آگاہ کیا جانا چاہئے جن کو قوم نے اپنا مینڈیٹ دیا ہے۔ حالات جس معکوس انداز میں کروٹ لے رہے ہیں اس میں دہشت گردی کے حوالے سے قومی حکمت عملی اختیار کرنا ایک ناگزیر ضرورت ہے جس میں تاخیر کسی طور مناسب نہیں کیونکہ اس مسئلے کو جس قدر لٹکایا جائے گا اتنا ہی اس میں الجھاؤ پیدا ہونے کے امکانات بڑھنے کے خدشات بھی زیادہ ہوں گے۔

19-02-14 Jang

امن کے لئے لائحہ عمل

مغوی ایف سی اہلکاروں کے لرزہ خیز قتل کی وجہ سے حکومت اور طالبان کے مذاکرات اگر مکمل طور پر ختم نہیں ہوئے تو بند گلی میں ضرور داخل ہو گئے ہیں یہ افسوسناک صورت حال ایسے وقت میں پیدا ہوئی جب فریقین بظاہر فائر بندی اور قیام امن کے سمجھوتے کے قریب پہنچ رہے تھے۔ کالعدم تحریک طالبان نے واقعے کی براہ راست ذمہ داری قبول نہیں کی لیکن اس کے ترجمان نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اسے جائز قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ مہمند ایجنسی والوں سے پوچھیں گے کہ حقیقت کیا ہے انہوں نے یہ کہہ کر مذاکرات کے مستقبل پر ایک بڑا سوالیہ نشان لگا دیا کہ بداعتمادی ماحول کو متاثر کر رہی ہے اور اب ہمارے ساتھیوں میں جنگ بندی پر اتفاق نہیں ہو رہا ادھر مہمند ایجنسی کے طالبان رہنما، جو مرکزی شوریٰ کے بھی رکن ہیں، کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ طالبان نے 23 ایف سی اہلکاروں کو ذبح کر کے ان کی تدفین کر دی ہے جو حکومت کی جانب سے 23 زیر حراست طالبان کو ہلاک کرنے کا ردعمل ہے سیکورٹی حکام نے اس الزام کو بے بنیاد قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ طالبان دہشت گردی کی کارروائیوں کے لئے جھوٹے جواز گھڑ رہے ہیں جبکہ ڈائریکٹر جنرل ایف سی خیبر پختونخوا نے اپنے اہلکاروں کے قتل پر وفاقی حکومت سے راست اقدام کی اجازت طلب کر لی ہے وفاقی حکومت نے ابھی تک اس درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا تاہم قانون کے مطابق معمول کی کارروائی جاری رکھنے کی ہدایت کی ہے وزیراعظم میاں نواز شریف نے مغوی اہلکاروں کے قتل کو بہیمانہ جرم قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اب ایسی کارروائی برداشت نہیں کی جا سکتی۔ ان کی قائم کردہ حکومتی کمیٹی کا یہ نقطہ نظر سامنے آیا ہے کہ مہمند واقعہ کے بعد صورت حال بدل چکی ہے۔ بات چیت اسی صورت میں آگے بڑھ سکتی ہے جب پرتشدد کارروائیاں بند ہوں۔

منگل کے روز طالبان نے پھر یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ مذاکرات کیلئے سنجیدہ ہیں اور جنگ بندی پر اتفاق رائے کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ یہ حقیقت سب پر عیاں ہے کہ مغوی اہلکاروں کی شہادت کا دکھ پوری قوم نے نہایت شدت سے محسوس کیا ہے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس دلگداز واقعے کے بعد مذاکرات کے حق میں اٹھنے والی آوازیں کمزور پڑنے لگی ہیں اور مسئلے کو طاقت کے بل پر حل کرنے کی حمایت میں اضافہ ہو رہا ہے یہ صورت حال حکومت اور طالبان دونوں کیلئے امن و امان کے حق میں انتہائی سنجیدہ مثبت اور فوری فیصلے کرنے کی متقاضی ہے انہیں مذاکرات کے ذریعے امن کی تلاش کو ایک اور موقع دینا چاہئے کیونکہ جنگ سے مسائل حل کم اور پیدا زیادہ ہوتے ہیں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ مذاکرات میں موجودہ تعطل ختم کرنے کیلئے طالبان کی طرف سے کوئی مثبت پیش رفت ضروری ہے لیکن اس کا امکان کم ہی نظر آتا ہے۔ وقت گزرنے کیساتھ ان کا رویہ سخت ہوتا جا رہا ہے وہ مولانا سمیع الحق کی سربراہی میں اپنی قائم کردہ کمیٹی کی بات بھی نہیں سنتے جس سے مفاہمت اور مصالحت کا راستہ کھلتا مخلوق خدا کو خونریزی سے بچانے کیلئے حکومت کے ساتھ ان پر بھی برابر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے مذاکرات کا عمل خونریزی بند کرنے کیلئے شروع ہوا تھا اور اس میں ان کی شرکت اسی مقصد کیلئے تھی ایک روز قبل یہ اطلاع بھی آئی تھی کہ انہوں نے سیز فائر سے اتفاق کر لیا ہے لیکن اگلے ہی روز مہمند ایجنسی والا واقعہ منظر عام پر آ گیا جس سے صورت حال بدل گئی۔ حکومت پہلے بھی سیز فائر پر ہی زور دیتی تھی اور اب بھی دے رہی ہے لیکن طالبان ترجمان کا کہنا ہے کہ ساتھیوں میں سیز فائر پر اتفاق نہیں ہو رہا حکومتی اور طالبان کمیٹیوں کو موجودہ صورت حال میں زیادہ فعال ہونا چاہئے اور ان اسباب کا جائزہ لینا چاہئے جو جنگ بندی کی راہ میں حائل ہیں اور ان کے تدارک کی تدابیر سوچنی چاہئیں۔ پے در پے رونما ہونے والے افسوسناک واقعات سے تو یہی لگتا ہے کہ ہم صلح صفائی کی بجائے لڑائی اور محاذ آرائی کی طرف بڑھ رہے ہیں لیکن یہ تباہی کا راستہ ہے تمام تر مشکلات رکاوٹوں اور تلخیوں کے باوجود اس سے بچنے کی ضرورت ہے اور بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں صلح جوئی کے جذبے سے کام لیا جائے اس طرح کے حالات میں مذاکرات ہی دنیا کا معمول ہیں اور ملک و قوم کا مفاد بات چیت سے ہی اختلافات دور کرنے میں ہے یہی امن کا لائحہ عمل ہے اس سے فائدہ اٹھایا جانا چاہئے۔

19-03-14 Jang

فری پیس زون کا مطالبہ

قیام امن کے لیے تحریک طالبان پاکستان اور حکومت کے درمیان مذاکراتی عمل میں پیش رفت خوش آئند ہے۔ پوری قوم اس کی کامیابی کی خواہش مند ہے کیونکہ باہمی محاذ آرائی کی صورت میں دونوں جانب کا نقصان دراصل ملک اور قوم کا نقصان ہے۔ خطے میں عالمی طاقتوں کے مفادات کی جنگ نے پاکستان کو موجودہ صورت حال میں الجھایا ہے۔ تاہم اطمینان بخش بات یہ ہے کہ اب پاکستان کی سیاسی و عسکری قیادت اور تحریک طالبان دونوں طاقت کے استعمال کے بجائے بات چیت کے ذریعے امن کی منزل تک پہنچنے کی اہمیت کو سمجھ چکے ہیں اور اس کے لیے دونوں جانب سے مخلصانہ پیش قدمی نظر آ رہی ہے۔ مذاکراتی عمل میں طالبان کی نمائندگی کرنے والی کمیٹی کے قائد مولانا سمیع الحق کے توسط سے گزشتہ روز تحریک طالبان کا یہ مطالبہ منظر عام پر آیا ہے کہ مذاکراتی عمل کو آگے بڑھانے کے لیے فری پیس زون بنایا جائے تاکہ مذاکراتی عمل میں حصہ لینے والے طالبان کے نمائندے کسی خطرے کے بغیر حکومت سے بات چیت کے لیے آمد و رفت جاری رکھ سکیں جبکہ موجودہ صورت حال میں جگہ جگہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی پکڑ دھکڑ کی کارروائیاں ہیں۔ تحریک طالبان کا یہ مطالبہ بظاہر معقول نظر آتا ہے اور طالبان کی نمائندہ کمیٹی کے رکن پروفیسر ابراہیم کی یہ تجویز بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ اس مقصد کے لیے فوج اگر صرف دو تحصیلیں مکین اور لدھا خالی کر دے تو بات آگے بڑھ سکتی ہے۔ تاہم حکومت کو ہر فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر اور اس کے نتائج و عواقب کو پیش نظر رکھتے ہوئے کرنا چاہیے۔ پورے علاقے سے فوج واپس بلانے کا مطالبہ بہر صورت تسلیم نہیں کیا جا سکتا البتہ مستقل جنگ بندی ہو جائے تو قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے بھی پکڑ دھکڑ بند نہیں ہونی چاہیے۔ نیز احتیاط سے بات چیت آگے بڑھانے کے ساتھ ساتھ اسے غیر ضروری طور پر سست رفتار بھی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس صورت میں مایوسی پھیلانے اور مذاکراتی عمل کو سبوتاژ کرنے کی خواہش مند طاقتوں کے لیے حالات سازگار ہوں گے۔

SMS: #JEC (space) message & send to 8001

19-09-13 Jang

طالبان کے متضاد اشارے

وفاقی حکومت کے زیر اہتمام پیر 9 ستمبر 2013ء کو منعقدہ کل جماعتی کانفرنس میں اتفاق رائے سے فیصلہ کیا گیا تھا کہ تحریک طالبان پاکستان کے ساتھ اختلافات کا تصفیہ کرنے کے لیے طاقت کے بجائے مذاکرات کا راستہ اختیار کیا جائے گا۔ تحریک طالبان نے بھی اس پیش رفت کا نہایت گرم جوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا تھا۔ اس کے بعد طالبان کی جانب سے واپڈا کے ملازمین کی رہائی اور خیبر پختون خوا حکومت کے ملاکنڈ اور سوات سے فوج واپس بلالینے کے فیصلے سے باہمی کشیدگی میں مزید کمی ہوتی نظر آرہی تھی۔ لیکن اتوار 15 ستمبر 2013ء کو اپر دیر میں بارودی سرنگ کے ذریعے پاکستانی فوجیوں کے خلاف سنگین کارروائی کی گئی جس کا نشانہ بننے والوں میں میجر جنرل اور لیفٹیننٹ کرنل سطح کے فوجی افسر بھی شامل تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ تحریک طالبان کا یہ موقف سامنے آیا کہ حکومت اس سے بات چیت میں سنجیدہ ہے تو پہلے اس کے قیدی رہا کیے جائیں اور فاٹا سے فوج واپس بلائی جائے۔ جبکہ منگل کے روز تحریک طالبان کے ترجمان نے غیر ملکی میڈیا سے بات کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا کہ ابھی مذاکرات شروع نہیں ہوئے اس لئے فوج پر حملے جاری رکھے جائیں گے اور اس کا کوئی موقع ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا۔ تحریک طالبان کا یہ رویہ مذاکرات کیلئے ماحول کو سازگار بنانے میں ہرگز معاون نہیں ہوسکتا۔ بات چیت کا عمل شروع ہونے سے پہلے کسی بھی جانب سے سخت شرائط کا عائد کیا جانا مناسب نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مذاکرات سے پہلے طالبان سے ہتھیار ڈالنے کا جو مطالبہ عام طور پر کیا جاتا تھا، کل جماعتی کانفرنس میں کسی نے اس پر اصرار نہیں کیا۔ فوری طور پر فوج کی واپسی جیسے مطالبات کو تسلیم کرنے میں قانونی رکاوٹیں بھی حائل ہیں جس کا اظہار پشاور ہائی کورٹ نے واضح طور پر کیا ہے اور ملاکنڈ سے فوج کا انخلا روکتے ہوئے خیبر پختونخوا و وفاقی حکومتوں کو پہلے مناسب قانون سازی کرنے کی ہدایات جاری کی ہیں۔ لہٰذا طالبان کو متضاد موقف اختیار کرنے کے بجائے یکسوئی کے ساتھ مذاکرات کیلئے فضا کو سازگار بنانا چاہئے اور اس راہ پر آگے بڑھنے میں حکومت پاکستان سے تعاون کرنا چاہئے۔

20-01-14 Jang

طالبان : کنجی کس کے پاس ہے

وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خاں نے نیشنل پولیس اکیڈمی میں پولیس افسران کی پاسنگ آوٹ تقریب سے خطاب کے دوران طالبان سے بات چیت کے حوالے سے صورتحال کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمارا دشمن چھپا ہوا ہے طالبان سے مذاکرات کے دروازے کی کنجی ہمارے پاس نہیں، ان کی قیادت مذاکرات سے انکار کرتی ہے تو وہ کونسی کنجی ہے جس سے بات آگے بڑھائی جائے۔ادھر طالبان ہیں کہ وہ کبھی مذاکرات سے انکار کرتے ہیں اور کبھی انہیں بامقصد اور بامعنی بنانے کا مطالبہ کرتے ہوئے حکومت پر سنجیدہ نہ ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔

طالبان کے مختلف گروپوں اور تنظیموں کو بندوق کی قوت کو استعمال کرنے کی بجائے تمام مسائل کو دلیل و برہان کے ذریعے حل کرنے پر آمادہ کرنا یقیناً ایک مشکل کام ہے اور طالبان کے بڑے گروپوں کی جانب سے بات چیت سے کئی بار صریح انکار نے حالات کو اس قدر پیچیدہ بنا دیا ہے کہ بظاہر ان سے نکلنے کا کوئی پُرامن راستہ دکھائی نہیں دیتا لیکن عوام نے موجودہ حکومت کو جتنا بڑا مینڈیٹ دیا ہے اور اس کے پیش نظر وہ بجا طور پر یہ توقع رکھتے ہیں کہ حکومت مشکلات کے پہاڑوں کو دیکھ کر دل برداشتہ نہ ہو بلکہ ان سے نبرد آزما ہونے کا کوئی راستہ نکالے کوئی حکمت عملی وضع کرے یہ کام یقیناً بے حد کٹھن ہے لیکن زندہ قومیں اور حوصلہ مند رہنما بڑی مشکلات سے اتنے ہی بڑے عزم سے مقابلہ کرتی ہیں کہ قیادت کا امتحان ہی آزمائشیں ہوتی ہیں وزیر داخلہ کا یہ کہنا کہ طالبان سے مذاکرات کی کنجی ہمارے پاس نہیں بالکل بجا لیکن یہ بھی تو بتائیں کہ یہ کنجی کس کے پاس ہے اصولی طور پر یہ کنجی حکومت ہی کے پاس ہونی چاہئے اور اگر اس کی جیب اس سے خالی ہے تو یہ علماء کے پاس ہے یا فوج کے پاس اس کی وضاحت ہونی چاہئے قوم و ملک کو دہشت گردی کے سائے سے بہر طور نکلنا ہے اس کے لئے کوئی ایک یا دوسرا آپشن تو استعمال کرنا ہوگا جس کا فیصلہ اتفاق رائے سے اور جلد ہونا چاہئے کیونکہ گومگو کی کیفیت لمبے عرصہ تک نہیں چل سکتی۔

20-02-14 Jang

خدارا امن لائیں!

مذاکراتی عمل تعطل اور بے یقینی کا شکار ہونے کے پس منظر میں حکومتی و عسکری حلقوں کے تمام تر تحفظات شکوک و شبہات اور عوام میں پائے جانے والے غم و غصے کے باوجود طالبان ترجمان کے اس بیان کو حوصلہ افزا ہی قرار دیا جا سکتا ہے کہ تحریک طالبان حکومت سے مذاکرات میں سنجیدہ ہے۔ جنگ بندی کے لئے تمام گروپوں سے رابطہ ہو گیا ہے اور ان کے درمیان کسی فیصلے پر متفق ہونے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ ترجمان نے ایک بیان میں کہا کہ ایف سی اہلکاروں کے قتل پر مہمند ایجنسی کے طالبان سے وضاحت طلب کی گئی ہے۔ اسی طرح کی شکایات خود طالبان کو بھی ہیں۔ ایسے واقعات کی روک تھام مذاکرات کی کامیابی کے لئے ضروری ہے۔ طالبان نے اگر یہ بیان سنجیدہ غور و فکر کے بعد جاری کیا ہے اور اس پر نیک نیتی سے عمل بھی کرنا چاہتے ہیں تو ملک کے امن اور سلامتی کے مفاد میں یہ ایک نیک فال ہے۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ تقریباً دو ہفتے کے مذاکراتی عمل کے دوران ملک کے مختلف حصوں میں دہشت گردی کے متعدد واقعات میں درجنوں افراد جن میں سکیورٹی فورسز کے اہلکار بھی شامل ہیں زندگی سے محروم کر دیئے گئے جس روز یہ بیان جاری کیا گیا اسی روز پشاور اور جنوبی وزیرستان میں فورسز پر حملے ہوئے جس میں ایک میجر سمیت دو اہلکار شہید اور کئی زخمی ہو گئے۔ جوابی کارروائی میں تین شدت پسند بھی مارے گئے۔ یہ شکایت کہ سکیورٹی فورسز طالبان کے ساتھیوں کو ہلاک کر رہی ہے اسی صورت میں ختم ہو سکتی ہے جب دونوں طرف سے فائر بندی ہو اور اس پر موثر عملدرآمد بھی کیا جائے۔ اگر ایک فریق دوسرے پر حملہ کرے گا تو فطری طور پر دوسرا فریق اس کا جواب دے گا اور نقصان بھی ہو گا۔ اسی لئے محب وطن حلقے روز اول سے اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ پر تشدد کارروائیاں روک کر جنگ بندی کا اعلان کیا جائے۔ یہ اعلان حکومتی اور طالبان کمیٹیوں کی پہلی ملاقات میں ہی ہو جانا چاہئے تھا مگر طالبان قیادت کا تمام گروپوں پر کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔ اب اگر ان میں رابطہ بحال ہو گیا ہے تو مذاکرات کی کامیابی کے لئے طالبان نیک نیتی اور خیرسگالی کے اظہار کے لئے فائر بندی کا فوری اعلان کر دیں۔ حکومت پہلے سے اس کے لئے تیار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قوم دس سال سے زائد عرصہ سے جاری دہشت گردی اور آگ اور خون کے اس کھیل سے تنگ آ چکی ہے۔ اب جبکہ امن کے لئے مذاکرات کا آغاز ہوا ہے تو اس موقع کو ضائع نہ کیا جائے۔ آئرلینڈ میں جنگ کے خاتمے کے لئے مذاکرات ہوئے اور سری لنکا میں آپریشن ہوا مگر امن آخرکار بات چیت کے نتیجے میں ہی قائم ہوا۔ افغانستان میں ملا عمر کی زیر قیادت طالبان کی حکومت قائم ہوئی تو پاکستان واحد ملک تھا جس نے دنیا بھر کی مخالفت کے باوجود اس حکومت کو تسلیم کیا اور ملا عمر کی بڑی مدد کی۔ نائن الیون کے واقعہ کے بعد جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کر کے طالبان حکومت کو تتر بتر کر دیا تو لاکھوں افغانوں نے پاکستان میں پناہ لی اور اب تک اس کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ پاکستانی طالبان اسی صورت حال کی پیداوار ہیں۔ انہیں چاہئے کہ پاکستان نے افغانستان میں طالبان کی جو مدد کی اس کے بدلے میں اب پاکستان کو خدارا اس کا امن لوٹا دیں۔ امریکہ اتحادیوں کی مدد سے طویل جنگ لڑنے کے بعد مذاکرات ہی کے ذریعے افغانستان سے واپس جا رہا ہے۔ طالبان اب افغانستان کو سنبھالنے کی فکر کریں۔ طالبان شوریٰ ریاست کے خلاف لڑنے والے تمام گروپوں کو اپنے کنٹرول میں لائے اور امن کے لئے کام کرے۔ حکومت نے امن مذاکرات تمام سیاسی پارٹیوں کے اتفاق رائے سے شروع کئے تھے۔ انہیں اس عمل کو کامیابی سے پایہ تکمیل تک پہنچانے میں بھرپور کردار ادا کرنا چاہئے۔ اس کے ساتھ ہی علماء کرام بھی آگے آئیں۔ مناسب ہو گا کہ اب مذاکراتی کمیٹیوں کی بجائے حکومت اور طالبان قیادت کے درمیان براہ راست بات چیت ہو تا کہ حساس اور نازک معاملات کے فیصلے بالمشافہ گفتگو سے طے ہو سکیں۔ بالواسطہ مذاکرات طویل ہونے کی وجہ سے تخریبی عناصر کو غلط فہمیاں پھیلانے کا موقع مل جاتا ہے جبکہ قوم بلا تاخیر امن کی نوید سننے کی منتظر ہے۔

20-10-13 Jang

انسداد دہشت گردی: نئی فورس کا قیام

ملک کو دہشت گردی، بھتہ خوری اور ٹارگٹ کلنگ وغیرہ کی شکل میں امن و امان کے حوالے سے جتنے غیر معمولی چیلنج کا سامنا ہے، اس سے نمٹنے کے لئے ویسے ہی غیر معمولی قوانین اور ادارے بھی ضروری ہیں۔ وفاقی حکومت نے انسداد دہشت گردی کے ترمیمی آرڈیننس کے ذریعے قانون کی حد تک اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم ملک کے چاروں صوبوں میں امن و امان کے قیام کے لئے بہتر اہلیت و تربیت اور جدید ترین وسائل سے لیس نئی فورس کا جلد از جلد وجود میں لایا جانا بھی ناگزیر ہے۔ وزیر اعظم اس فورس کے قیام کے فیصلے کا اعلان ماہ رواں کے پہلے عشرے میں کر چکے ہیں۔ گزشتہ روز ایک بریفنگ کے موقع پر انہوں نے اس باب میں ضروری ہدایات دیں اور دہشت گردوں کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اب انہیں سخت قوانین سے واسطہ پڑے گا جبکہ جرائم روکنے میں ناکامی پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کا سخت محاسبہ کیا جائے گا اور ان کے ساتھ کسی نرمی اور رعایت سے کام نہیں لیا جائے گا۔ وزیر اعظم نے صراحت کی کہ حکومت نے امن و امان کے غیر معمولی چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے نئے قوانین بنائے ہیں جن کے ذریعے آئین کے حدود میں رہتے ہوئے ریاست کے دشمنوں سے نمٹا جائے گا۔ وزیر اعظم نے واضح کیا کہ یہ قوانین ہمارے اسلاف کے بنائے ہوئے اصولوں کے عین مطابق ہیں۔ ان قوانین کے تحت دہشت گردوں، بھتہ خوروں اور ٹارگٹ کلرز سے سختی سے نمٹا جائے گا اور قانونی تقاضوں کی تکمیل کے بعد انہیں سخت سزا دی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ اگر دہشت گردوں کو آزادی کے لفظ کے درست مفہوم کے حوالے سے کوئی غلط فہمی ہے تو نئے قوانین سے ان کی یہ غلط فہمی دور ہو جائے گی۔ کئی سال سے بدترین دہشت گردی اور بدامنی کا شکار چلے آنے والے پاکستانیوں کے لئے امن و امان کی بحالی کی خاطر حکومت کی یہ کاوشیں باعث اطمینان ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بدامنی کے مسئلے کے برسوں سے حل نہ ہو پانے کی اصل وجہ حکومتوں کا اس مقصد کے لئے پورے عزم اور اخلاص کے ساتھ کوشش نہ کرنا تھا۔ حکومت اگر جرائم پیشہ عناصر سے نمٹنے کا پختہ ارادہ کر لے اور اس کے لئے مناسب حکمت عملی کے ساتھ اقدامات کرے تو بدامنی پر قابو پانا ہرگز ناممکن نہیں۔ اپنے پچھلے دور حکومت میں میاں نواز شریف اندرون سندھ ڈاکو راج کی کمر توڑنے میں خاصی حد تک کامیاب رہے۔ کراچی میں بھتہ خوری اور ٹارگٹ کلنگ کے خلاف مرکزی اور صوبائی حکومت کے باہمی تعاون سے جاری حالیہ آپریشن کے نتائج بھی امید افزاء ہیں۔ اس کا ایک مظاہرہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر امن و امان کی صورت میں ہوا ہے۔ سالہا سال بعد یہ پہلی عید تھی جو لوگوں نے سکون سے منائی۔ ورنہ پچھلے سال تک شہر کے بہت سے علاقوں میں بھتے کی پرچیوں کا گھروں پر پہنچنا، قربانی کی کھالوں کی چھین جھپٹ اور چرم قربانی پر خونریزی بھی معمول کا حصہ تھی۔ لیکن اس بار ایسی کوئی خبر منظر عام پر نہیں آئی۔ بلاشبہ یہ آپریشن ابھی اپنے بالکل ابتدائی مراحل میں ہے اور نتائج کو مستحکم کرنے اور فتنے کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے لیکن عزم محکم کے ساتھ شروع کیے جانے والے اس آپریشن کے نتائج ابتدائی مرحلے میں بھی بہرحال حوصلہ افزاء ہیں۔ وزیر اعظم جس مستحکم ارادے اور یقین کے ساتھ اس مقصد کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں اس کے پیش نظر توقع ہے کہ اللہ کی مدد اور عوام کے تعاون سے صرف کراچی ہی نہیں، پورے ملک سے لاقانونیت کے خاتمے اور امن و امان کی بحالی کا ہدف حاصل کر لیا جائے گا۔ یہ امر خوش آئند ہے کہ پنجاب کی طرح خیبر پختونخوا میں بھی دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے خصوصی فورس کے قیام کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ اس تیاری کے ساتھ ساتھ ان تمام تنظیموں سے بات چیت کا راستہ بھی کھلا رکھا جانا چاہئے جو ملک کے آئین کے اندر رہتے ہوئے مذاکرات کے لئے تیار ہوں اور تحریک طالبان سمیت سب پر یہ حقیقت واضح کر دی جانی چاہئے کہ ریاست و حکومت آئین کے اندر رہ کر ہی تمام کام کرنے کی پابند ہے۔ آئین سے باہر نکل کر کسی عمل، بات چیت، فیصلے اور سمجھوتے کا نہ ریاست و حکومت کو اختیار ہے نہ کسی اور کو اس دائرہ سے باہر نکلنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

20-12-13 Jang

دہشت گردی: کچھ تو کریں!

ملک میں جاری دہشت گردی کے واقعات کا سلسلہ دراز تر ہوتا نظر آرہا ہے۔ وطن عزیز کو نقصان پہنچانے والے کے لئے سرگرم عناصر اپنی کارروائیوں کے حق میں ایسے ایسے جواز پیش کررہے ہیں جن کا حکومت، فوج اور عوام سمیت پاکستان کے کسی حلقے سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ بدھ کے روز شمالی وزیرستان کے علاقے میرانشاہ میں فوجی چوکی اور ملحقہ مسجد پر خودکش حملے کی ذمہ داری قبول کرنے اور حملوں کا سلسلہ جاری رکھنے کی دھمکی دینے والی تنظیم نے مذکورہ کارروائی کو حکیم اللہ محسود کی ہلاکت کا انتقام قرار دیا ہے جو درحقیقت امریکی ڈرون حملے کے نتیجے میں ایسے وقت ہوئی تھی جب بظاہر تنظیم طالبان پاکستان اور حکومت پاکستان کے نمائندے مذاکرات کے بالکل قریب پہنچ گئے تھے۔ وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خاں نے اس ڈرون حملے پر شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے اسے امن عمل پر حملے سے تعبیر کیا تھا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پاکستان کی موجودہ اور ماضی کی حکومتیں امریکی جاسوس طیاروں سے ہونے والے حملوں کی مسلسل مخالفت کرتی چلی آرہی ہیں اور ان کا موقف یہ ہے کہ ان حملوں سے فائدے کی بجائے نقصان ہوتا ہے اور جو غیر مطلوب یا بے گناہ افراد ان کی زد میں آتے ہیں وہ علاقے کی صدیوں سے جاری انتقام لینے کی روایت کے تحت دہشت گردوں کی طاقت میں اضافے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ حکومت پاکستان اقوام متحدہ سمیت بین الاقوامی فورموں کے علاوہ امریکہ اور نیٹو ممالک سے مذاکرات میں اس مسئلے کو بار بار اٹھاتی رہی ہے۔ بدھ کے روز میرانشاہ میں بارود سے بھری گاڑی ٹکرا کر جس چیک پوسٹ کو ملحقہ مسجد اور وہاں نماز پڑھتے ہوئے فوجیوں سمیت تباہ کیا گیا ابتدائی اطلاعات کے مطابق وہاں 5 سیکورٹی اہلکار شہید اور 33 زخمی ہوئے جن میں سے کئی کی حالت نازک بتائی جاتی ہے۔ دوسری جانب حکومتی حلقوں کی طرف سے صورت حال میں بہتری کے دعووں میں اگرچہ کراچی کی حد تک جزوی طور پر صداقت نظر آتی ہے مگر ملک کے دوسرے حصوں میں خودکش بم دھماکوں، ٹارگٹ کلنگ اور فرقہ وارانہ ہلاکتوں سمیت بدامنی کے واقعات میں کمی محسوس نہیں ہوئی جس کی وجہ سے عوام کی بڑی تعداد مایوسی اور اندیشوں کا شکار نظر آرہی ہے۔

ملک کے کسی بھی حصے میں فرقہ وارانہ ٹارگٹ کلنگ، بم دھماکوں اور اندھا دھند خونریزی سمیت بڑے سے بڑا واقعہ رونما ہوجاتا ہے اور حکومتی حلقوں کے مذمتی بیانات اور حفاظتی اقدامات فول پروف بنانے کے اعلانات کے بعد بات ختم ہوجاتی ہے۔ دنیا کا کوئی معاشرہ انسانی قتل جیسے ہولناک جرائم کو برداشت نہیں کرتا۔ برطانیہ میں قتل کے واقعات کی فائل بند کرنے کا تصور ہی نہیں ہے اور کئی عشروں بعد قاتلوں کا سراغ لگائے جانے کی مثالیں موجود ہیں۔ پاکستان جس دین کے نام پر قائم ہوا ہے، اس کی تعلیم کے مطابق ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے اس لئے اس مملکت میں قتل وغارت کے واقعات ہوتے چلے جانے کے باوجود ان کے سدباب اور مجرموں کی سزایابی کے حوالے سے اب تک کے اقدامات اور کامیابیوں کی کوئی حوصلہ افزا تصویر سامنے نہ آنا زیادہ افسوسناک امر ہے۔ اسباب وعوامل کچھ بھی ہوں مگر حقائق یہی ہیں کہ اب تک نہ تو طالبان سے مذاکرات شروع ہوسکے ہیں نہ ایسے فوری امکانات نظر آتے ہیں۔ وفاقی کابینہ کی قومی سلامتی کمیٹی کے منگل 17 ستمبر 2013ء کو منعقدہ اجلاس کے فیصلے کے تحت دہشت گردی کے خاتمے کی کوششوں میں طالبان سے مذاکرات پہلا آپشن قرار پایا ہے مگر طالبان کی نئی قیادت کی طرف سے مذاکرات کے امکان کو بار بار مسترد کیا جارہا ہے۔ پہلے کہا جاتا تھا کہ چار سے چھ ہفتوں میں مذاکرات شروع ہوجائیں گے اور نتیجہ بھی جلد سامنے آجائے گا مگر معاملات کا رخ یا تو واقعتاً مایوس کن ہے یا غیر ضروری اخفا کے باعث عوام میں مایوسی کا سبب بن رہا ہے۔ یہ صورت حال اس بات کی متقاضی ہے کہ حکومت عوام کی جان ومال کے تحفظ، ملکی معیشت اور عام معاشرتی زندگی کو خوف کے سایوں سے نکالنے کے لئے فوری طور پر حرکت میں آئے اور کسی لائحہ عمل یا روڈ میپ پر عوام کو اعتماد میں لے۔

21-02-14 Jang

امن کے لئے شرط نہ رکھیں!

کالعدم تحریک طالبان نے حکومتی کمیٹی کی جانب سے غیر مشروط جنگ بندی کی تجویز مسترد کرتے ہوئے سیز فائر کے لئے اپنی شرائط پیش کردی ہیں طالبان ترجمان نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ہمارے ساتھیوں کا قتل اور گرفتاریاں بند کردی جائیں اور طالبان کمیٹی کو اس سلسلے میں یقین دہانی کرادی جائے تو ہم جنگ بند کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن حکومتی کمیٹی نے واضح کردیا ہے کہ غیر مشروط جنگ بندی کے بغیر طالبان سے بات آگے نہیں بڑھے گی وفاقی وزیر اطلاعات سینیٹر پرویز رشید نے طالبان کے طرز عمل کے حوالے سے سوال کیا ہے کہ قیدیوں کے گلے کاٹنے کی کس شریعت نے اجازت دی ہے؟ طالبان نے جو کچھ کیا ایسا سلوک تو بھارت نے بھی 90 ہزار پاکستانی قیدیوں سے نہیں کیا تھا سیکورٹی ذرائع کا کہنا ہے کہ تقریباً 5 ماہ قبل کل جماعتی کانفرنس کے بعد جب سے حکومت نے امن مذاکرات کے لئے کوششیں شروع کیں طالبان کی کارروائیوں میں 460 بے گناہ افراد شہید ہو چکے ہیں ان میں 308 عام شہری 114 فوجی اور 38 پولیس اہلکار شامل ہیں زمینی حقائق کے اس تناظر میں امن مذاکرات بدستور تعطل کا شکار ہیں اور نواز شریف حکومت پر طالبان سے مذاکرات کے خاتمے کے لئے دباؤ مسلسل بڑھ رہا ہے ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ شمالی وزیرستان کے علاقے میر علی میں فضائیہ نے طالبان کے کئی ٹھکانوں کو نشانہ بنایا ہے اگرچہ عسکری ذرائع نے اس کی تصدیق سے گریز کیا ہے لیکن ذمہ دار ذرائع نے بتایا ہے کہ یہ ٹھکانے ازبک اور تاجک طالبان کے ہیڈ کوارٹر تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حالات تیزی سے خون خرابے کی طرف جا رہے ہیں جس سے بچنے کی ضرورت ہے عقل سلیم تو یہ کہتی ہے کہ حکومت طالبان مذاکرات کے ایجنڈے کا پہلا آئٹم ہی غیر مشروط جنگ بندی ہوتا جس کے نتیجے میں ایسا امن قائم ہوتا جو اس ملک کے 18 کروڑ سے زائد عوام کی اشد ضرورت ہے اور جو کسی کی گروہی خواہشات کی تکمیل سے مشروط نہیں ہوتا حالات کی تشویش انگیز کیفیت کے باوجود فریقین کو امن کی جستجو جاری رکھنی چاہئے کیونکہ پاکستان کا مفاد امن ہی سے وابستہ ہے۔

22-02-14 Jang

بات چیت ہی آخری حل ہے

شمالی وزیرستان اور خیبر ایجنسی میں سیکورٹی فورسز کی جوابی کارروائی کے بعد اگرچہ حکومت طالبان مذاکرات بے یقینی کا شکار ہو چکے ہیں تاہم دونوں جانب سے آنے والے بیانات کے قدرے سخت لب و لہجے کے باوجود مذاکراتی کمیٹیوں کے تاحال برقرار رہنے اور فریقین کی طرف سے اب بھی مذاکرات کی اہمیت کے اعتراف کے باعث مذاکرات کی بحالی کا امکان معدوم بہر حال نہیں ہوا ہے۔ وزیر داخلہ، وزیر دفاع اور وزیر اطلاعات سمیت حکومتی حلقوں کی طرف سے آنے والے بیانات میں کراچی، پشاور اور مہمند ایجنسی کے حالیہ واقعات پر شدید ردعمل بالکل فطری ہے۔ یہ اندوہناک سانحے پوری قوم کو غم و غصے کی شدید کیفیت میں مبتلا کرنے کا ذریعہ بنے ہیں مگر اس فضا میں بھی جب وزیر اطلاعات پرویز رشید طالبان کو مخاطب کر کے یہ کہتے ہیں کہ "تم ایک بار بات کرو گے تو ہم دو بار بات کریں گے، تم ایک بار وار کرو گے تو ہم دو بار وار کریں گے" تو اس میں بات چیت کے امکان کی موجودگی کا واضح اشارہ ملتا ہے۔ اسی طرح جب وزیر داخلہ چوہدری نثار مذاکرات اور خونریزی کے اکٹھے نہ چلنے کی بات کرتے ہیں تو اس کے ساتھ ہی وہ مذاکراتی عمل کی بحالی کے لئے قتل و غارت بند کرنے کا مطالبہ بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ دوسری طرف ایک اطلاع کے مطابق تحریک طالبان کی طرف سے حکومت کو دیئے گئے ایک پیغام میں امن کی خواہش کا اعادہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ طالبان مذاکرات کے لئے سنجیدہ ہیں۔ یہ اشارے یقیناً مثبت ہیں مگر پانچ ماہ قبل کل جماعتی کانفرنس کے بعد حکومت کی طرف سے امن مذاکرات کی کوششیں شروع ہونے کے وقت سے اب تک دہشت گردی کے واقعات کو طالبان کی امن کی خواہش اور مذاکرات میں سنجیدگی کے بیانات کے خاکے میں فٹ کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اس دوران ملک میں بڑھتی ہوئی بے چینی اور مختلف حلقوں کے بڑھتے دباؤ کے باوجود حکومت نے تحمل اور برداشت کا قابل تعریف مظاہرہ کیا ہے۔ وزیر داخلہ کے اس استدلال میں وزن ہے کہ ستمبر سے اب تک فوجی آپریشن کا بند رہنا جنگ بندی ہی تھی۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ کہیں نہ کہیں تو پیمانہ صبر لبریز ہونا تھا۔ کراچی میں پولیس اہلکاروں کی بس پر حملے، پشاور میں آرمی افسر کی شہادت اور مہمند ایجنسی میں 23 ایف سی اہلکاروں کے گلے کاٹے جانے اور پھر طالبان کی طرف سے ان کی ذمہ داری قبول کرنے کے واقعات نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور وزیر اعظم کو وہ فیصلہ کرنا پڑا جو کراچی، پشاور اور دیگر علاقوں میں دہشت گردی کی کارروائیوں کی منصوبہ بندی کے مراکز، خاص طور پر غیر ملکیوں کے ٹھکانوں پر، بمباری اور بعد ازاں زمینی دستوں کے داخلے کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اچھا ہوتا کہ یہ نوبت نہ آتی اور باہم بات چیت سے امن کی ایسی فضا قائم ہوتی جس میں آئین پاکستان کے تقاضوں اور نظریہ پاکستان کے مطابق فلاحی مملکت کے خواب کی تعبیر کی سمت تیزی سے پیش قدمی ممکن ہوتی، تاہم سرکاری حلقوں اور طالبان کے بیانات سے اب بھی یہ امید بندھتی ہے کہ ایک عمل کے ردعمل اور پھر اس ردعمل کے ردعمل کے لامتناہی سلسلے سے بچنے کی صورت نکالی جا سکتی ہے۔ یہ بات بہر طور نظر انداز نہیں کی جانی چاہئے کہ یک طرفہ جنگ بندی دیرپا نہیں ہوتی۔ اس لئے اب مذاکرات کی بحالی اور اسے منطقی انجام تک لے جانے کے لئے دونوں فریقوں کو جنگ بندی کرنا ہو گی۔ ان حالات میں یہ اشارے حوصلہ افزاء ہیں کہ حکومت اور طالبان کے درمیان کسی نہ کسی سطح پر رابطے جاری ہیں اور حکومت نے مذاکرات کرنے والوں کے لئے دروازے اب بھی کھلے رکھے ہیں۔ حکومت اور طالبان کی کمیٹیوں میں شامل افراد سمیت علماء اور دانشوروں میں ایسے لوگ کم نہیں ہیں جو دونوں جانب اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے اب بھی حالات کو سنبھال سکتے ہیں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ مذاکرات کا ڈول پھر ڈالا جائے مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ بعض بنیادی باتیں پہلے سے طے کر لی جائیں۔ جنگ اور خونریزی میں کسی کا فائدہ نہیں۔ اس کے نقصانات کے بعد بھی بالآخر مذاکرات کی طرف آنا پڑتا ہے۔ اس لئے مزید وقت اور جان و مال کے زیاں سے بچنے کے لئے اسی راستے کی طرف واپس آنا بہتر ہے۔ مسئلے کا آخری حل بات چیت ہی ہے۔ اس بات کو فراموش نہیں کیا جانا چاہئے۔

23-01-14 Jang

کیا فیصلے کی گھڑی آ گئی؟

شدت پسند عناصر کے سیکورٹی فورسز پر مسلسل حملوں کے تناظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شمالی وزیرستان میں ٹارگٹڈ آپریشن کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا تھا جس سے علاقے کے پرامن لوگوں کی مشکلات دوچند ہوگئیں۔ اس علاقے میں رہنے بسنے والے لوگوں کی خاصی تعداد شدت پسندوں کی سرگرمیوں کے باعث پہلے بھی نقل مکانی کرچکی ہے تاہم پیر 20 رجنوری 2014ء کی رات گئے سیکورٹی فورسز کی طرف سے شروع ہونے والی بمباری کے بعد صورت حال مزید گمبھیر ہوگئی اور میر علی سے سیکڑوں خاندانوں نے نقل مکانی شروع کردی ہے۔ بظاہر مذکورہ کارروائی بنوں اور راولپنڈی میں سیکورٹی فورسز اور عام شہریوں پر شدت پسندوں کے حملوں کے جواب میں کی گئی مگر سیکورٹی حکام کا کہنا ہے کہ آپریشن کئی ذرائع سے تصدیق شدہ انٹیلی جنس اطلاعات کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ باخبر ذرائع ان حملوں میں نذر اجل ہونے والوں کی تعداد 40 سے زیادہ بتاتے ہیں جن میں 33 ازبک اور تین جرمن جنگجو شامل ہیں۔ طالبان کے چند کمانڈروں کی ہلاکت کے دعوے بھی کئے گئے ہیں تاہم سرکاری طور پر ان ہلاکتوں کی تصدیق نہیں کی گئی۔ اتوار کی صبح بنوں میں شمالی وزیرستان جانے والے سیکورٹی فورسز کے قافلے پر خودکش حملے میں کم از کم 20 اہلکار شہید اور 30 سے زائد زخمی ہوئے تھے۔ اس کے اگلے روز یعنی پیر کی صبح بھی تقریباً ساڑھے سات بجے کے وقت راولپنڈی میں جنرل ہیڈکوارٹرز کے قریب آر اے بازار میں کئے گئے خودکش حملے میں 7 فوجیوں سمیت 14 افراد شہید اور 33 سے زائد زخمی ہوئے۔ قوم ابھی ان کے صدمے سے دوچار ہی تھی کہ منگل کے روز پے درپے کئی وارداتیں ہوئیں جن میں کراچی اور مانسہرہ میں پولیو ٹیموں، کرم ایجنسی اور ہنگو میں سیکورٹی فورسز کی چوکیوں اور مستونگ کے قریب ایران سے آنے والے زائرین کے قافلے پر حملے کے واقعات شامل ہیں۔ کراچی اور مانسہرہ میں پولیو ٹیموں کو نشانہ بنانے کے نتیجے میں دو خواتین سمیت 4 رضا کار محض اس لئے موت کی نیند سلا دیئے گئے کہ وہ قوم کے نونہالوں کو زندگی بھر کے لئے معذور کرنے والی بیماری کے خطرے سے بچانے کیلئے حفاظتی قطرے پلانے کیلئے نکلے تھے۔ ان واقعات کے بعد ملک بھر میں پولیو سے بچاؤ کی مہم معطل ہوگئی ہے اور دنیا بھر میں پولیو وائرس کے حامل رہ جانے والے اکیلے ملک کے شہریوں کی حیثیت سے پاکستانیوں کے بہت سے ملکوں کے سفر پر پابندی لگنے کے خطرات کئی گنا بڑھ گئے ہیں۔ کرم ایجنسی اور ہنگو میں سیکورٹی فورسز کی دو چوکیوں پر صبح سویرے بھاری ہتھیاروں سے کئے گئے حملے میں 2 اہلکار شہید ہوئے۔ ان سب کارروائیوں کا مقصد اگر قوم کے اعتماد اور مورال کو مجروح کرنا ہے تو دہشت گردوں کو اس میں نہ پہلے کامیابی ہوئی تھی نہ اب ہوئی ہے۔ وزیراعظم میاں نواز شریف نے وزیر دفاع اور آرمی چیف کے ہمراہ کمبائنڈ ملٹری ہسپتال میں بنوں اور آر اے بازار راولپنڈی کے دھماکوں میں زخمی ہونے والوں کی عیادت کے موقع پر درست کہا ہے کہ قوم متحد ہے، دہشت گرد ہمارا مورال گھٹا نہیں سکتے۔ آرمی چیف جنرل راحیل شریف نے بھی جو سیکورٹی فورسز کے حوصلے بڑھانے کے لئے خاص طور پر بنوں گئے تھے، زخمی اہلکاروں کی عیادت کے دوران واضح کیا کہ دہشت گردی کے خلاف قوم کے عزم کو کم نہیں کیا جاسکتا اور بے گناہ لوگوں کی جانوں سے کھیلنے والوں کو ہر صورت کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ عجیب بات یہ ہے کہ تحریک طالبان کی نئی قیادت ایک جانب حکومت کو مذاکرات کی پیش کش کررہی ہے دوسری جانب ریاست پر حملے بھی کررہی ہے۔ شدت پسندوں کی طرف سے فرقہ واریت بڑھانے سمیت وہ تمام اقدامات کئے جارہے ہیں جو کئی اسلامی ملکوں کی آزادی کو عملاً ختم کرنے کا باعث بنے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ حکومت سمیت ملک کی تمام سیاسی وغیر سیاسی قوتوں کے قیام امن کے لئے مذاکرات کو پہلا موقع دینے پر اتفاق رائے کا اپنے عمل سے مثبت جواب دیتے۔ اس حوالے سے کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ قوم متحد ہے، اس کا مورال بلند ہے اور وہ ہر قیمت پر دہشت گردی کا خاتمہ چاہتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی قیادت کے لئے حتمی طور پر یہ فیصلہ کرنے کی گھڑی آپہنچی ہے کہ معاملات کو کس طریقے سے منطقی انجام کی طرف لے جایا جاسکتا ہے؟

23-02-14 Jang

مذاکرات یا آپریشن: پہلی ترجیح امن!

امن وامان کا قیام اور لاقانونیت کا خاتمہ کسی بھی حکومت کی سب سے پہلی ذمے داری ہے جس کے لئے درپیش حالات کی مناسبت سے مختلف طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ عام جرائم پیشہ افراد اور گروہوں کو سختی سے قانون کے تقاضے بروئے کار لاتے ہوئے عبرت ناک انجام تک پہنچانا ضروری ہوتا ہے لیکن کسی نظریاتی گروہ یا تحریک کی جانب سے اپنے مطالبات منوانے کی خاطر حکومت یا ریاست کے خلاف شروع کی گئی مہم جوئی کے خاتمے کے لئے بات چیت کے راستے کا اختیار کیا جانا پوری دنیا میں معمول کی بات ہے۔ کم وبیش ساڑھے بارہ سال پہلے افغانستان پر امریکہ اور اتحادیوں کی فوج کشی میں حکومت پاکستان کی جانب سے تعاون کا فیصلہ اس وقت کے پاکستانی حکمراں جنرل مشرف کے اپنے بیان کے مطابق امریکی حکمرانوں کے شدید دباؤ کا نتیجہ تھا۔ اس فیصلے کو پاکستانی عوام کی بھاری اکثریت نے پسند نہیں کیا جس کا بھرپور اظہار رائے عامہ کے جائزوں کی شکل میں ہوتا رہا ہے۔ ملک کے شمالی علاقوں میں آباد جنگجو قبائل افغان عوام سے محض مذہبی ہی نہیں بلکہ لسانی اور نسلی رشتوں میں بھی منسلک ہیں، اس لئے ان کے اندر افغانستان پر امریکی فوج کشی کا شدید ردعمل ہوا۔ اس کا نتیجہ ان کی جانب سے افغان عوام کی تحریک مزاحمت میں عملی تعاون کی شکل میں سامنے آیا۔ بین الاقوامی ذمے داریوں کی بناء پر حکومت پاکستان کسی دوسرے ملک میں اپنی سرزمین سے ایسی سرگرمیاں جاری رکھے جانے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی اور اس کی جانب سے ان سرگرمیوں کو بند کرانے کی کارروائی ناگزیر تھی۔ تاہم اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ پاکستانی عناصر جو تحریک طالبان پاکستان کے نام سے منظم ہو چکے تھے، پاکستانی ادارے ان کی جنگ کا ہدف بن گئے جبکہ ماضی میں یہ قبائل دفاع وطن کی جدوجہد میں ہمیشہ افواج پاکستان کے شانہ بشانہ رہتے تھے۔ ان کے اسی کردار کی وجہ سے پچھلے برسوں میں تحریک طالبان پاکستان سے ماضی کی حکومتوں نے بھی کئی بار بات چیت کی اور امن معاہدے بھی عمل میں آئے مگر بوجوہ یہ دیرپا ثابت نہیں ہوئے۔ گزشتہ ستمبر میں کل جماعتی کانفرنس میں ملک کی تمام سیاسی جماعتوں اور عسکری قیادت نے مذاکرات کے راستے کو ترجیح دینے کے حق میں متفقہ فیصلہ کیا۔ مختلف نشیب وفراز کے بعد تقریباً تین ہفتے پہلے مذاکرات کیلئے حکومت اور طالبان دونوں جانب سے کمیٹیوں کی تشکیل عمل میں آئی اور ان کے ابتدائی اجلاس بھی ہوگئے۔ اس کے بعد پہلی ضرورت یہ تھی کہ دونوں جانب سے مکمل جنگ بندی عمل میں آجاتی لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوسکا۔ دہشت گردی کی دو بڑی کارروائیوں میں پاکستانی پولیس اور زیر حراست سیکورٹی اہلکاروں کو بڑی تعداد میں ہلاک کیا گیا۔ طالبان کا موقف ہے کہ انہوں نے یہ قدم حکومت کی جانب سے کارروائیاں جاری رہنے کی وجہ سے اٹھایا لیکن ملک میں عمومی رائے یہ ہے کہ اگر ایسا ہو رہا تھا تو طالبان کو اسے مذاکراتی کمیٹیوں میں اٹھا کر قوم کے سامنے لانا تھا۔ بہرکیف طالبان کی ان بڑی کارروائیوں کا جواب وزیرستان میں فوجی اقدام کی صورت میں سامنے آیا۔ آرمی چیف جنرل راحیل شریف نے دوٹوک الفاظ میں کہا ہے فوج دہشت گردوں کے خلاف آپریشن پہلے بھی کرتی رہی ہے اور اب بھی پوری طرح تیار ہے۔ حکومت کا موقف ہے کہ مذاکراتی عمل دوبارہ اسی وقت شروع ہوسکتا ہے جب طالبان غیر مشروط جنگ بندی کا اعلان کردیں جبکہ طالبان کا کہنا ہے کہ یہ جنگ حکومت نے شروع کی تھی اس لئے پہلے اسے جنگ بندی کرنی چاہئے۔ یہ اختلاف بات چیت سے حل ہوسکتا ہے لیکن طالبان کے ترجمان نے ایک بار پھر آئین پاکستان کو غیر اسلامی قرار دے کر ایک ایسا موقف اپنالیا ہے جو سراسر خلاف حقیقت ہے۔ پاکستان کا آئین تمام مکاتب فکر کے ممتاز علماء کی کاوشوں کا نتیجہ ہے، لہٰذا تحریک طالبان کو متفقہ آئین کو متنازع بنانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ امن وامان کا قیام پوری قوم کی ضرورت ہے، آپریشن کے نتیجے میں ہونے والے نقصان کا سب کو علم ہے، حکمت اور تدبر سے کام لے کر خون خرابے کے بغیر امن کی منزل حاصل کرلینا حکومت کا بھی امتحان ہے اور طالبان قیادت کا بھی۔ تاہم ایسا نہ ہوا تو آپریشن ناگزیر ہوجائے گا کیونکہ قیام امن بہرحال ضروری ہے۔

23-03-14 Jang

وزیر داخلہ کا مذاکرات پر اعتماد

وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار نے کئی ایسے معاملات کی وضاحت کی ہے جن پر ذہنوں میں سوالات اٹھ رہے تھے۔ جمعہ کے روز نیوز کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے تحریک طالبان سے مذاکرات کی صورت حال، جنگ بندی نہ کرنے والے گروپوں کے بارے میں حکمت عملی اور نادرا کے معاملات پر روشنی ڈالی۔ طالبان کی جانب سے ایک ماہ کی جنگ بندی کے اعلان کی مدت ختم ہونے کے قریب پہنچ جانے کے باوجود اب تک باقاعدہ اور براہ راست مذاکرات کا آغاز تو کجا، اس کے مقام تک کا طے نہ ہونا قوم کے اندر بجا طور پر اضطراب کا باعث بنا ہوا ہے۔ ان حالات میں حکومت کی جانب سے قوم کو اعتماد میں لیا جانا ضروری تھا۔ وزیر داخلہ نے اس ضرورت کو پورا کرتے ہوئے بتایا ہے کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کے حوالے سے مقام کا کوئی ایشو ہے نہ کوئی ڈیڈ لاک پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے پورے اعتماد کے ساتھ دعویٰ کیا کہ آئندہ ایک آدھ دن میں سب کچھ سامنے آجائے گا۔ وزیر داخلہ کی جانب سے مذاکرات کے عمل کے خاموشی سے آگے بڑھنے کی ضرورت اور اس معاملے میں بیان بازی سے گریز پر زور دیا گیا جس کے درست ہونے سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا۔ اب تک غیر ضروری طور پر ہر بات کے منظر عام پر آجانے سے مذاکراتی عمل کو نقصان پہنچا ہے اس لئے کم از کم اب اس غلطی کا اعادہ نہیں ہونا چاہئے۔ نیز آنے والے ایک دو دنوں میں مذاکراتی عمل کے باقاعدہ آغاز کے دعوے کو بہرصورت حقیقت بنایا جانا چاہئے ورنہ اس پورے عمل کے حوالے سے شکوک وشبہات اور بے اعتمادی کے احساسات کو پھیلنے سے روکا نہیں جاسکے گا۔ وزیر داخلہ نے جنگ بندی اور مذاکرات پر تیار نہ ہونے والے مسلح گروپوں کے بارے میں بھی حکومتی موقف کی وضاحت کی۔ انہوں نے دوٹوک الفاظ میں کہا کہ مذاکرات کو سبوتاژ کرنے والے مخالف گروپ ہمارے نشانے پر ہیں، وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ان کے خلاف کارروائی ہوگی۔ بلاشبہ ملک میں ایک عشرے سے جاری خوں ریزی اور دہشت گردی کو پرامن بات چیت کے ذریعے ختم کرنے کی دوطرفہ کوششوں کو سبوتاژ کرنے والے عناصر ناقابل معافی ہیں۔ حکومت کو اپنے طور پر حسب ضرورت ان کے خلاف کارروائی کے ساتھ ساتھ تحریک طالبان سے بھی ان کے خلاف مؤثر اقدامات کا مطالبہ کرنا چاہیے اور خود طالبان کو بھی قیام امن کے اپنی کوششوں کو ناکام بنانے کے عزائم رکھنے والوں کو کنٹرول کرنے کے لئے نتیجہ خیز تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ نادرا کے حوالے بھی وزیر داخلہ نے اہم معلومات فراہم کیں جن سے حکومت کی جانب سے اس محکمے میں بہتری لانے کی کوششوں کی تفصیلات منظر عام پر آئیں۔ غیر ضروری اخراجات کے خاتمے کے لئے ڈائرکٹر جنرلز کی تعداد کا 36 سے 24 کیا جانا، ملازمین کی بائیو میٹرک تصدیق اور 361 گھوسٹ ملازمین کی تنخواہوں کی بندش، غیر قانونی شناختی کارڈوں کے اجراء میں ملوث اور جعلی ڈگریوں والے ملازمین کی برطرفی اور ریجنل دفاتر کے آڈٹ کا اہتمام جیسے اقدامات، اس اہم محکمے کی اصلاح کے حوالے سے یقیناً قابل اطمینان ہیں۔ ان کے مثبت نتائج بھی ظاہر ہو رہے ہیں اور ان میں سب سے نمایاں اس محکمے کا خسارے سے نکل کر منافع میں آجانا ہے۔ ملک کے دارالحکومت کی حیثیت سے اسلام آباد کی حفاظت کے خصوصی انتظامات ایک قومی ضرورت ہیں۔ ماضی ہی میں نہیں موجودہ دور میں بھی کئی ایسے واقعات پیش آچکے ہیں جن سے اس شہر کے حفاظتی انتظامات کے نقائص بہت کھل کر سامنے آئے ہیں۔ اس پس منظر میں وزیر داخلہ نے بتایا کہ ان کی وزارت کی طرف سے اسلام آباد سیف سٹی منصوبے کی منظوری دے دی گئی ہے جس پر پیر کو باضابطہ معاہدہ ہوجائے گا۔ وزیر داخلہ کے مطابق شہر کو محفوظ بنانے کے لئے سنٹرل کمانڈ سسٹم سے کام لیا جائے گا۔ حکومت کی جانب سے کئی اہم معاملات پر کی جانے والی یہ وضاحتیں بروقت ہیں۔ امید ہے کہ ان سے شکوک وشبہات ختم ہوں گے نیز حکومت بھی انہیں حتی الامکان کم سے کم وقت میں عملی جامہ پہنانے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔

23-07-13 Jang

طالبان سے افغانستان کے مذاکرات؟

وزیراعظم کے مشیر برائے خارجہ امور سرتاج عزیز نے افغانستان کو یقین دلایا ہے کہ افغانستان میں امن کے قیام کے لئے طالبان سے مذاکرات افغانستان کرے گا اور اگر اس حوالے سے پاکستان کی مدد اور تعاون درکار ہوگا تو ایسا کیا جائے گا۔موجودہ حکومت کے برسر اقتدار آنے کے بعد امور خارجہ کے مشیر سرتاج عزیز کا یہ پہلا دورہ افغانستان تھا انہوں نے کابل میں افغان صدر حامد کرزئی سے ملاقات کی اور وزیراعظم میاں نواز شریف کا خصوصی پیغام پہنچایا۔افغان صدر کو دورہ پاکستان کی دعوت دی جو افغان صدر نے قبول کر لی ہے۔ایک روزہ دورہ کے دوران سرتاج عزیز نے افغان وزیر خارجہ زلمے رسول زاد اور وزیر تجارت نورالہادی سے ملاقات کی بعد میں ایک مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے سرتاج عزیز نے دو ٹوک الفاظ میں ان خدشات والزامات کی تردید کی ہے اور کہا کہ طالبان ہمارے کنٹرول میں نہیں ہیں ان کا کہنا ہے اور درست بھی ہے کہ مستحکم افغانستان نہ صرف پاکستان بلکہ خطہ کے مفاد میں ہے۔اور افغانستان پر کوئی امن معاہدہ مسلط نہیں کیا جائے گا جبکہ افغان وزیر خارجہ کا کہنا ہے کہ افغانستان کا موقف واضح ہے کہ امن مذاکرات افغان قیادت کی نگرانی میں ہونے چاہئیں اس سلسلہ میں افغان حکومت کو پاکستان کی حمایت درکار ہے۔سرتاج عزیز نے افغان وزیر خارجہ کو یہ بھی یقین دلایا کہ پاکستان کی موجودہ حکومت کی پالیسی ہے کہ افغانستان میں کوئی مداخلت نہیں کرنی اور نہ ہی کسی ایک مخصوص دھڑے کی حمایت کرنی ہے۔پاک افغان تعلقات میں کچھ عرصہ سے ایسی غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں جس سے آپس میں کشیدگی کا تاثر ابھرتا ہے اس حوالے سے افغان صدر حامد کرزئی نے بھی غیر ذمہ دارانہ بیان دیا۔جبکہ پاکستان کو مسلسل یہ شکایت رہی ہے کہ افغانستان میں بھارتی سفارتخانہ بلوچستان میں مداخلت کر رہا ہے۔سرتاج عزیز کے دورے سے آپس کے اختلافات دور ہونے میں مدد ملے گی اور یہ کہ سرتاج عزیز نے واضح کر دیا ہے کہ طالبان سے مذاکرات افغانستان کی حکومت کرے گی اسکے بعد کسی کو کوئی شکایات باقی نہیں رہنی چاہئے۔

24-02-14 Jang

مذاکرات کی ضمانت کون دے گا؟

طالبان کمیٹی کے سربراہ مولانا سمیع الحق نے کہا ہے کہ حکومت جنگ بندی کی تحریری ضمانت دے تو طالبان سے بھی حاصل کرلیں گے۔ طالبان مذاکرات چاہتے ہیں جھگڑے کی وجہ جمہوریت اور شریعت نہیں پاکستان کا اسلام دشمن قوتوں کے ساتھ کھڑا ہونا ہے۔

اس حقیقت سے کوئی بھی انصاف پسند شخص انکار نہیں کرسکتا کہ عوامی سطح پر طالبان کی طرف سے مذاکرات، مذاکرات کی پیشکش کے ساتھ ساتھ سکیورٹی فورسز پر مسلسل حملوں اور بم دھماکوں کے باوجود موجودہ حکومت غیر معمولی تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کرتی رہی لیکن جب مہمند میں ایف سی کے 23 اہلکاروں کو نہایت سفاکی اور بربریت کے ساتھ شہید کردیا گیا تو پھر حکومت کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار ہی باقی نہ رہا کہ وہ سکیورٹی فورسز کو اپنے دفاع کا حق دے۔ اب بھی طالبان کی طرف سے باصرار یہ کہا جارہا ہے کہ وہ آئین کو نہیں مانتے اور اس کی ایک شق بھی اسلامی نہیں ہے۔ ان حالات میں قطع نظر اس بات کے کہ آخر طالبان خود کو کسی شریعت یا تعبیر شریعت کے پابند ہیں جو انہیں معصوم اور بے گناہ انسانوں کو خون میں نہلانے اور بموں سے اڑانے کی اجازت دیتی ہے۔ سوال یہ بھی ہے کہ کیا ایک مسلم ریاست کے اندر رہتے ہوئے اسے ڈائنامیٹ کرنے کی کوشش کرنا اسلام دشمن قوتوں کے ساتھ کھڑا ہونے کے مترادف نہیں۔ اس پس منظر میں یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ جب طالبان آئین کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ اپنی شدت پسندانہ کارروائیوں کو بند کرنے کے لئے تیار ہیں تو پھر بجائے اس کے کہ وطن عزیز کے خلاف باغیانہ اور مسلح جنگی کارروائیاں کرنے والوں سے جنگ بندی کا مطالبہ کیا جائے الٹا حکومت سے یہ کہنا کہ وہ جنگ بندی کی تحریری ضمانت دے، سراسر بے جواز ہے کیونکہ فرمانِ نبویؐ کے مطابق جو جنگ کا آغاز کرتا ہے وہی زیادہ ظالم ہے اس لئے پہلے سیز فائر کی ضمانت اسی سے طلب کی جانی چاہئے لیکن یہاں تو یہ مسئلہ بھی درپیش ہے کہ خواہ حکومت سے جنگ بندی کی گارنٹی لی جائے یا طالبان سے، مذاکرات کرنے اور انہیں کسی منزل تک پہنچانے کی ضمانت کون دے گا۔

24-03-14 Jang

مذاکراتی مقام پر اتفاق!

یہ امر خوش آئند ہے کہ طالبان سے براہ راست مذاکرات کے لئے وقت اور مقام کا اتفاق سے تعین کر دیا گیا ہے اور براہ راست مذاکرات دو تین روز میں ہونے کی توقع ہے۔ تاہم بات چیت کا مقام سکیورٹی وجوہ پر خفیہ رکھنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ہفتہ کو وفاقی وزیر داخلہ کی صدارت میں حکومتی کمیٹی اور طالبان کمیٹی کا مشترکہ اجلاس ہوا جس میں تمام امور پر تبادلہ خیال کیا گیا اور براہ راست مذاکرات شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اجلاس کے بعد طالبان کمیٹی کے سربراہ مولانا سمیع الحق نے اس یقین کا اظہار کیا ہے کہ بات چیت آگے بڑھے گی۔ مذاکراتی عمل کے لئے امن زون قائم ہوگا تاکہ کوئی ناخوشگوار واقعہ نہ ہو۔ جمعیت علماء اسلام (ف) کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن نے بھی مذاکرات کی کامیابی کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آتے ہی ملک میں پائیدار امن کے قیام اور طالبان سے مذاکرات کرنے کے عزم کا اظہار کیا تھا اور اس حوالے سے آل پارٹیز کانفرنس میں تمام سیاسی جماعتوں نے اس کی تائید کی۔ اگرچہ چند سیاسی و دینی حلقوں کی جانب سے طالبان کے خلاف آپریشن کی تجویز بھی دی گئی تاہم وزیر اعظم میاں نواز شریف کا کہنا تھا کہ مذاکرات اولین آپشن ہونا چاہئیں۔ اس سلسلے میں معروف کالم نگار عرفان صدیقی کی سربراہی میں رابطہ کمیٹی قائم کی گئی اور اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے طالبان کی جانب سے مولانا سمیع الحق کی قیادت میں کمیٹی قائم کی گئی اور دونوں کمیٹیاں حکومت اور طالبان کے درمیان براہ راست مذاکرات کی راہ ہموار کرنے میں کامیاب ہوگئیں اور اب ایک دو روز میں باقاعدہ مذاکرات کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ ملک کے سیاسی اور عوامی حلقوں نے اس پیش رفت کا خیر مقدم کیا ہے اور امید ظاہر کی ہے کہ دونوں فریق کھلے دل سے مذاکرات کی میز پر آمنے سامنے ہوں گے تاکہ ملک میں دہشت گردی کا نہ صرف خاتمہ ہو سکے بلکہ امن بحال ہو سکے جس کی ملکی معاشی ترقی کے لئے بڑی ضرورت ہے!!

SMS: #JEC (space) message & send to 8001

24-09-13 Jang

پشاور حملہ اور مذاکرات کا مستقبل

کل جماعتی کانفرنس میں ملک کی سیاسی قیادت نے قوم کی اجتماعی سوچ اور خواہش کی نمائندگی کرتے ہوئے دہشت گردی کے خاتمے اور امن وامان کی بحالی کے لئے مذاکرات کے حق میں جو فیصلہ کیا تھا، تازہ حالات و واقعات کی روشنی میں اس پر عملدرآمد ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو گیا ہے۔ اس حوالے سے وزیراعظم میاں نواز شریف، جو مذاکرات کے معاملے میں بہت پرجوش تھے، کے لہجے میں بھی مایوسی جھلکنے لگی ہے۔ امریکہ جاتے ہوئے لندن میں میڈیا سے گفتگو کے دوران انہیں کہنا پڑا کہ اے پی سی میں حکومت کی جو سوچ تھی اب اس پر آگے بڑھنے سے ہم قاصر ہیں۔ وجہ اس کی انہوں نے یہ بتائی کہ حکومتی کوششوں کے باوجود بات چیت کے عمل میں کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی۔ پشاور کے گرجا گھر پر بیک وقت دو خودکش حملوں، جن میں 80 سے زائد افراد جاں بحق اور 147 زخمی ہو گئے ہیں، پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ چرچ پر حملہ کرنے والے اسلام کی تعلیمات کے خلاف بے گناہ لوگوں کو مار رہے ہیں اور پاکستان کے دشمن ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ کل جماعتی کانفرنس کے بعد حالات بظاہر مذاکرات کے حق میں سازگار نظر آ رہے تھے۔ حکومت نے نہایت نرم الفاظ اور مصالحانہ انداز میں طالبان کو بات چیت کی دعوت دی تھی اور ڈرون حملوں کا مسئلہ جن پر طالبان کو سب سے زیادہ اعتراض ہے، اقوام متحدہ میں لے جانے کی تیاری شروع کر دی تھی۔ اس کے علاوہ طالبان کے بعض تحفظات دور کرنے کا یقین دلایا تھا۔ طالبان کا ابتدائی ردعمل بھی مثبت تھا۔ پھر نجانے کیا ہوا کہ انہوں نے ناممکن العمل پیشگی شرائط رکھ دیں۔ اس کے ساتھ ہی بارودی سرنگ کے دھماکے سے پاک فوج کے ایک جرنیل کو ان کے دو ساتھیوں سمیت شہید کر دیا۔ ایک دو دوسری چھوٹی کارروائیوں کے بعد اتوار کو انہوں نے پشاور کے گرجا گھر میں خودکش حملے کر کے قیامت صغریٰ بپا کر دی۔ اگرچہ تحریک طالبان نے اس حملے سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے مگر اس کے ایک گروپ نے ذمہ داری قبول کر کے لاتعلقی کے اعلان کو مشتبہ بنا دیا ہے۔ چرچ حملہ اس لحاظ سے حیرت انگیز ہے کہ طالبان نے حال ہی میں اعلان کیا تھا کہ وہ عوامی مقامات، مساجد اور دوسری عبادت گاہوں کو نشانہ نہیں بنائیں گے۔ پھر حملے کے لئے انہوں نے اس برادری کی عبادت گاہ کو چنا جس کا قیام پاکستان میں کردار نہایت نمایاں رہا ہے اور پاکستان کی تعمیر و ترقی میں بھی جس نے دوسری غیر مسلم کمیونٹیز کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ اس بات کو بھی فراموش کر دیا گیا کہ قائداعظم نے تحریک پاکستان کے دوران غیر مسلم اقلیتوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کی ضمانت دی تھی۔ انہوں نے قومی پرچم میں اقلیتوں کی نمائندگی کے لئے سفید رنگ کی پٹی شامل کر کے اسے قوم کی باوقار علامت بنا دیا تھا۔ خود اسلام نے مسلمانوں اور ان کی حکومتوں پر اقلیتوں کے جان و مال اور شہری حقوق کے تحفظ کی ذمہ داری عائد کی ہے جس سے روگردانی قابل مواخذہ جرم ہے۔ ان تمام مذہبی اور اخلاقی حدود و قیود کے باوجود مسیحی برادری کے دعائیہ اجتماع پر خودکش حملے ایک طرف واضح دینی احکامات سے صریح روگردانی ہے تو دوسری جانب عالمی برادری میں پاکستان کی ساکھ تباہ کرنے اور ملک میں امن مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کی گھناؤنی کوشش ہیں۔ تحریک طالبان کے ترجمان نے بھی اس حملے کو مذاکرات کے خلاف سازش قرار دیا ہے۔ انہیں اپنے دعوے کی سچائی ثابت کرنے کے لئے مذکورہ کارروائی میں ملوث گروپ کو بے نقاب کرتے ہوئے ایسے اقدامات کرنے چاہئیں جن سے مذاکرات میں ان کا اخلاص ثابت ہو۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ وزیراعظم نے کوئی جذباتی قدم اٹھانے کی بجائے اعلان کیا ہے کہ شدت پسندوں کے خلاف کوئی بھی کارروائی مشاورت سے کی جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مشکلات کے باوجود وہ امن مذاکرات کو آگے بڑھانے کے دل سے خواہاں ہیں۔ طالبان کو بھی عقل سلیم سے کام لیتے ہوئے امن کا راستہ اختیار کرنا چاہئے ورنہ فوجی آپریشن کے لئے اٹھنے والی آوازیں طاقتور ہو سکتی ہیں۔ اس آپشن سے بچنا ہی بہتر ہے۔ یہ آپشن طالبان کے مفاد میں تو بالکل بھی نہیں ہے۔ وہ امن کے ذریعے جتنے فوائد حاصل کر سکتے ہیں جنگ ہوئی تو اتنا ہی زیادہ انہیں نقصان اٹھانا پڑے گا۔

25-02-14 Jang

مذاکرات کا نیا دور کیسے؟

مذاکرات کا نیا دور کیسے؟ معاشرے میں تنازعات اور اختلافات کا پیدا ہونا حیرت انگیز ہے نہ تشویشناک۔ مختلف معاملات میں لوگوں کی رائے کا مختلف ہونا انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ تنازعات کا تصفیہ کیسے کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے کسی معاملے میں اختلاف رائے رکھنے والے دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف طاقت کے استعمال کا راستہ بھی اختیار کر سکتے ہیں اور بات چیت سے معاملات سلجھانے کی کوشش بھی کی جاسکتی ہے۔ طاقت کا استعمال معاشرے میں تخریب اور تباہی کا سبب بنتا ہے جبکہ بات چیت سے اختلافات کا تصفیہ سماجی استحکام اور خوشگوار نتائج کا وسیلہ ثابت ہوتا ہے۔ ان ہی بنیادی حقیقتوں کے پیش نظر بحیثیت مجموعی پوری قوم تحریک طالبان پاکستان کے خلاف فوجی آپریشن بند کرنے اور مذاکرات کے ذریعے اختلافات طے کرنے پر متفق تھی۔ پاکستان پیپلز پارٹی، عوامی نیشنل پارٹی اور متحدہ قومی موومنٹ کے گزشتہ مخلوط دور حکومت میں دونوں ایوانوں کی متفقہ قرارداد کی شکل میں یہی راستہ تجویز کیا گیا تھا جبکہ موجودہ حکومت کے زیر اہتمام کل جماعتی کانفرنس نے بھی گزشتہ ستمبر میں طالبان سے مذاکرات کرنے کی مکمل اتفاق رائے سے حمایت کی تھی۔ مذاکرات کے فوری آغاز میں مختلف رکاوٹیں آڑے آتی رہیں تاہم ماہ رواں کے اوائل میں حکومت اور پھر طالبان کی جانب سے مذاکراتی کمیٹیوں کی تشکیل کے بعد نہایت امید افزاء حالات میں بات چیت کا عمل شروع ہوا۔ مذاکرات کی کامیابی کے لئے دونوں جانب سے مکمل جنگ بندی ضروری تھی لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہوسکا۔ ابتدائی دنوں میں ہونے والی دہشت گردی کی کارروائیوں سے تحریک طالبان نے لاتعلقی ظاہر کی لیکن پھر کراچی اور مہمند ایجنسی میں دو بڑی کارروائیاں کر کے مذاکرات جاری رکھنے کے لئے ماحول کو انتہائی ناسازگار بنا دیا۔ تحریک طالبان کے ترجمان نے ان کارروائیوں کو حکومت کی بعض کارروائیوں کا ردعمل قرار دیا لیکن اس کے کوئی ٹھوس شواہد سامنے نہیں آسکے جبکہ طالبان گھرانوں کی عورتوں اور بچوں کے ایجنسیوں کی تحویل میں ہونے کے الزام کو فوج کی جانب سے قطعی بے بنیاد قرار دیا گیا۔ دریں اثناء طالبان کی جانب سے ایک بار پھر آئین پاکستان کو غیر اسلامی قرار دے کر عملاً اسے تسلیم نہ کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔ ان حالات میں وزیرستان کے بعض علاقوں میں فوجی کارروائی کا سلسلہ شروع ہوا جسے عام طور پر درپیش حالات کا فطری نتیجہ سمجھا گیا۔ گزشتہ روز حکومتی کمیٹی کے رکن رستم شاہ مہمند کا یہ بیان منظر عام پر آیا ہے کہ حکومت کی جانب سے کافی ردعمل ظاہر کیا جاچکا اس لئے اب اسے دوبارہ مذاکرات کی جانب پلٹنا چاہئے۔ ان کے بقول فوجی کارروائی مسئلے کا حل نہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ آئین کے تحت طالبان کو قومی دھارے میں شامل کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگ بندی اور مذاکرات ہی کے ذریعے مستقل بنیادوں پر امن قائم کیا جاسکتا ہے جو سب کی یکساں ضرورت ہے۔ تمام تنازعات اور جنگوں کا تصفیہ بالآخر مذاکرات کی میز ہی پر ہوتا ہے۔ لیکن مذاکراتی عمل کی کامیابی کے لئے دونوں جانب سے مکمل اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ مکمل جنگ بندی پہلی شرط ہے۔ طالبان اور حکومت دونوں کی نمائندگی کرنے والی کمیٹیوں کی جانب سے مذاکراتی عمل کی بحالی کی ضرورت کے اظہار کے بعد حکومت کو اس سلسلے میں عملی پیش رفت کرنی چاہئے لیکن اب دونوں جانب سے ایک دوسرے کے خلاف مسلح کارروائیاں نہ کرنے کی پوری طرح قابل اعتبار ضمانت ضروری ہے۔ ممکن ہو تو تحریک طالبان کے قائد ملا عمر سے بھی اس مقصد کے لئے رابطہ کیا جانا چاہئے ورنہ کم از کم مقامی قائد ملا فضل اللہ اور حکومت پاکستان دونوں کی جانب سے ایک دوسرے کو یہ ضمانت مہیا کرنی چاہیے۔ طالبان کی جانب سے آئین پاکستان کا تسلیم کیا جانا بھی ناگزیر ہے اس کے بغیر مذکراتی عمل ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا۔ طالبان سے وابستہ تمام گروپ اس کی پابندی کریں تو یہ بہترین صورت ہوگی لیکن ایسا ممکن نہ ہو تو پھر جو گروپ بات چیت کے لئے تیار ہوں ان سے مذاکرات اور جو کارروائیاں جاری رکھنے پر مصر ہوں انہیں ان ہی کی زبان میں جواب دیا جائے۔

25-02-14 Jang

کیلاش قبیلے کی حفاظت ضروری!!

جنرل آفیسر کمانڈنگ سوات میجر جنرل جاوید بخاری نے کہا ہے کہ کیلاش کمیونٹی کو تحریک طالبان پاکستان کی طرف سے دی گئی دھمکی میں اگر کوئی صداقت موجود بھی ہو تو پاک فوج ان کے مذموم مقاصد اور ارادوں کو ناکام بنا دے گی۔ گزشتہ روز بمبوریت کے مقام پر کیلاش کمیونٹی سے خطاب کرتے ہوئے جی او سی نے کہا ہے کہ ہمیں اپنی تیاری پر سو فیصد اطمینان ہے اور کسی بھی جارحیت کا بروقت اور منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔ کالعدم طالبان نے کیلاش قبیلے کو دھمکی دی ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں ورنہ ان پر حملے کئے جائیں گے۔ یہ قبیلہ ایک مدت سے اس علاقے میں آباد ہے اور یہ انتہائی پُرامن ہی نہیں اپنی رسم و رواج کی وجہ سے سیاحوں کی توجہ کا مرکز بھی ہے۔ یہ لوگ روایتی طور پر ایک الگ مذہب کے پیروکار ہیں۔ عملاً یہ قبیلہ ایک علاقے میں محدود ہے۔ اسلام ہی نہیں پاکستان کا آئین بھی اقلیتوں کے جان و مال، عزت و آبرو کی ضمانت دیتا ہے اور حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ اقلیتوں کو مکمل تحفظ فراہم کریں اور ان کے مسائل کا سدباب بھی کیا جائے۔ کالعدم طالبان پاکستان کی جانب سے ان کو دی جانے والی دھمکی کا کوئی دینی، اخلاقی اور قانونی جواز نہیں۔ وہ شریعت کا نام لیتے ہیں تو وہ بتائیں کہ اسلام میں کس کو جبراً مسلمان کرنے کی اجازت ہے یا اسلام اقلیتوں کو برابر کے حقوق نہیں دیتا۔ طالبان نے اپنی شریعت بنا رکھی ہے اور اسے جبراً مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ گزشتہ روز ہی انہوں نے کوہارٹ میں خواتین کو برقعہ پہننے کا حکم دیا ہے۔ جنرل بخاری کی جانب سے کیلاش قبیلہ کو تحفظ فراہم کرنے کی یقین دہانی درست بات ہے اور یہ کہ طالبان پر یہ بات واضح کر دینی چاہئے کہ وہ اس طرح کی دھمکیوں سے باز آئیں ورنہ آہنی ہاتھ سے ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی اور اس پر عملدرآمد بھی شروع ہو گیا ہے۔ کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ لوگوں کو دھمکی دیں اور اپنی مرضی مسلط کریں۔ کیلاش قبیلہ کے لوگ پاکستان کے پُرامن شہری ہیں ان کی حفاظت کرنا نہ صرف حکومت بلکہ فوج کی ذمہ داری ہے اور ایسا ہی ہوگا!!

SMS: #JEC (space) message & send to 8001

25-04-14 Jang

طالبان سے پھر مذاکرات

وزیراعظم نواز شریف نے وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان کو ہدایت کی ہے کہ طالبان سے مذاکرات کا عمل جہاں رکا تھا وہیں سے شروع کیا جائے کیونکہ ملک میں امن وامان کا قیام ان کی اولین ترجیح ہے۔ اس لئے اس سلسلے میں تمام وسائل بروئے کار لائے جائیں۔

حکومت اور طالبان کے مابین رابطہ کے فرائض ادا کرنے والی کمیٹیوں کے درمیان گزشتہ تقریباً دو ہفتوں سے تعطل کی سی کیفیت نظر آرہی تھی جس سے بعض حلقوں کی جانب سے یہ خدشہ ظاہر کیا جارہا تھا کہ یہ معاملہ نہ صرف یہ کہ ڈیڈلاک کی طرف بڑھتا نظر آرہا تھا بلکہ اس کے مکمل طور پر بے نتیجہ اور بے ثمر ہونے کے امکانات بھی بڑھ رہے تھے کیونکہ طالبان کمیٹی کے بعض ذمہ داران کی طرف سے شکایات منظر عام پر آرہی تھیں کہ حکومتی کمیٹی پورے طور پر با اختیار نظر نہیں آتی بلکہ یہ بھی کہ ان مذاکرات کو جس تیزی کے ساتھ آگے بڑھایا جانا چاہئے اس کی کوئی کوشش ہوتی دکھائی نہیں دے رہی جس سے معاملات کے واپس خانۂ اول میں پہنچ جانے کے خطرات سر اٹھانے لگے تھے کیونکہ طالبان نے جنگ بندی میں توسیع سے انکار کر دیا تھا لیکن اس ساری مشکلات اور تحفظات کے باوجود طالبان نے مذاکرات کا دروازہ بند نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے حکومت اور طالبان کمیٹی دونوں پرامید تھے کہ طالبان سے بات چیت کا جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے وہ بند نہیں ہوگا۔ سو یہی ہوا اور اب وزیراعظم کی جانب سے اس سلسلے میں متعلقہ حکام اور دیگر ذمہ داران سے بریفنگ لینے کے بعد طالبان سے مذاکرات جہاں رکے تھے وہیں سے شروع ہونے کی ہدایت کے بعد باور کیا جاتا ہے کہ اب مذاکرات کا یہ عمل دوبارہ آگے بڑھے گا اور اگر دونوں فریقوں نے تحمل و بردباری سے انہیں بامقصد اور نتیجہ خیز بنانے کی جانب پیش قدمی جاری رکھی تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ کامیاب نہ ہوں یہ معاملہ بے حد پیچیدہ اور کٹھن ضرور ہے لیکن اگر خلوص نیت سے قیام امن کے لئے موثر کوششیں کی جائیں تو اس کا حل ضرور نکل سکتا ہے۔

25-09-13 Jang

طالبان پالیسی : گومگو سے نکلیں

تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرات پر قومی اتفاق رائے کے باوجود اپر دیر میں فوجی افسروں کی شہادت ، پشاور کے چرچ میں دہشت گردی اور 23 ستمبر کو کوئٹہ میں پولیس وین پر حملے جیسے واقعات کے باعث اس معاملے پر از سر نو سوچ بچار ضروری ہوگئی ہے۔تاہم یہ بات بھی مدنظر رکھنے کی ہے کہ طالبان کسی ایک کمان کے تحت کام کرنے والی تنظیم کا نام نہیں۔اس نام سے درجنوں گروپ سرگرم ہیں اور ان کے اہداف ومقاصد کا یکساں ہونا بھی ضروری نہیں۔چنانچہ آئی ایس آئی کے سابق سربراہ ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل حمید گل کے انکشاف کے مطابق طالبان کے تیس میں سے پچیس گروپ حکومت کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھنے کیلئے تیار ہیں۔اور صرف پانچ گروپ جنہیں بھارت، اسرائیل اور امریکا سے امداد مل رہی ہے، مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔جنرل حمید گل کے بقول سوات کے قاضی فضل اللہ جنہیں افغانستان نے پناہ دے رکھی ہے اور جنہیں بھارت کی حمایت حاصل ہے،فوجی افسروں اور چرچ پر حملے کے ذمے دار ہیں۔اس کے ساتھ یہ اطلاع بھی اہمیت کی حامل ہے کہ تحریک طالبان پاکستان نے حکومت کے ساتھ مذاکراتی عمل کو آگے بڑھانے کیلئے عسکریت پسند تنظیموں کے نمائندوں پر مشتمل مانیٹرنگ کمیٹی بنادی ہے۔یہ فیصلہ وزیرستان میں ہونے والے ایک اجلاس میں کیا گیا ہے جس میں حکیم اللہ محسود سمیت تمام جنگجو گروپوں کے سربراہ شریک ہوئے۔ان اطلاعات کی روشنی میں یہ سمجھنا غلط نہیں ہوگا کہ حالیہ واقعات کے بعد مذاکرات کے ذریعے قیام امن کے امکانات یکسر معدوم نہیں ہوئے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ سیاسی قائدین کی واضح اکثریت اب بھی مذاکرات کی حامی ہے۔لہٰذا عسکریت پسندوں کے جو گروپ ناقابل قبول پیشگی شرائط عائد کئے بغیر بات چیت کیلئے تیار ہوں، ان کے ساتھ مذاکراتی عمل کا جلد از جلد آغاز ہو جانا چاہئے اور جو عناصر بات چیت کیلئے تیار نہیں ان کے خلاف فیصلہ کن آپریشن کی تیاری کی جانی چاہئے تاکہ گومگو کی موجودہ کیفیت کا خاتمہ ہو، امن وامان کی بحالی شروع ہو اور قوم بے یقینی کی موجودہ کیفیت سے نجات پائے۔

26-02-14 Jang

ریلیاں اور آپریشن

اگلے روز ایم کیو ایم نے دہشت گردوں کے خلاف بھرپور آپریشن کرنے اور دہشت گردی کے مکمل خاتمے کی حمایت میں کراچی میں ایک زوردار ریلی نکالی جس میں ایم کیو ایم کے علاوہ اس سوچ سے تعلق رکھنے والے دیگر سیاسی اور مذہبی حلقوں سے وابستگی رکھنے والے افراد نے بھی ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔ ایم کیو ایم شروع ہی سے دہشت گردوں کے خلاف سخت رویہ اپنانے کے حق میں ہے اور اس حقیقت سے انکار کرنا ممکن نہیں کہ تین چار سال قبل جب قائد تحریک الطاف حسین نے کراچی میں طالبان کے قدم جمانے کے لئے کی جانے والی کوششوں کی نشاندہی کی تھی تو اس پر کوئی بھی یقین کرنے کے لئے تیار نہیں تھا اور اسے محض سیاسی اہداف مقاصد کے لئے اٹھایا گیا ایک ایشو ہی خیال کیا جاتا تھا مگر اب نہ صرف یہ کہ غیر ملکی اخبارات وجرائد اس حقیقت کا انکشاف کر رہے ہیں کہ کراچی کے ایک تہائی حصہ پر طالبان کا قبضہ ہے بلکہ وزیر اعلیٰ سندھ بھی اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ کراچی کے علاوہ ملک کے طول وعرض میں دہشت گردی کی کارروائیوں میں جس شدت سے اضافہ ہو رہا ہے اور سکیورٹی فورسز پر حملوں سے لے کر ریلوے ٹریکس، بجلی کی تنصیبات اور گیس پائپ لائنوں کو جس طرح دھماکوں سے اڑایا جارہا ہے۔ اس سے مجموعی طور پر ملک کو 78 ارب ڈالر کا نقصان ہو چکا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اب طالبان کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے والے بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ بندوق اور بارود کی زبان میں بات کرنے والوں کو ترکی بہ ترکی جواب دینے کے سوا کوئی دوسرا راستہ موجود نہیں۔ اس پس منظر میں تحریک انصاف کی جانب سے مذاکرات کے لئے طالبان نے غیر مشروط جنگ بندی اور حکومت سے افواج اور شہریوں پر حملے کرنے والوں کے خلاف آپریشن کا مطالبہ سیاسی بساط پر آنے والی ایک مثبت تبدیلی کا اشارہ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اب اس حوالے سے پوری قوم یکساں موقف اختیار کر رہی ہے۔ اس لئے اب طالبان اور ان کے حامیوں کو بھی اس حوالے سے اپنے اندازِ فکر میں تبدیلی کرتے ہوئے معاملات کو پر امن طریقے سے جلد حل کر لینا چاہئے ورنہ بے یقینی کی کیفیت تو بہر حال لا متناہی عرصہ تک نہیں چل سکتی۔

26-08-13 Jang

مذاکرات یا مقابلہ

وفاقی وزیر داخلہ چودھری نثار علی خاں نے کہا ہے کہ دہشت گردی اور انتہا پسندی سے نمٹنے کے لئے حکومت صرف ایک ہی آپشن پر غور کر رہی ہے اور وہ ہے مذاکرات، مذاکرات اور مذاکرات۔ اس سلسلے میں انہوں نے مزید کہا کہ حکومت اور فوج دونوں ہی مذاکراتی عمل کی بھرپور حمایت کرتے ہیں مذاکرات کا طریقہ کارآمد ثابت نہ ہونے کی صورت میں حکومت کیا راستہ اختیار کرے گی اس کے بارے میں انہوں نے فی الحال کوئی رائے دینے سے اجتناب کیا کیونکہ اس ابتدائی مرحلے پر کسی بھی قسم کے تبصرے سے مذاکرات میں مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں اس لئے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ہر قدم بہت سوچ سمجھ کر اٹھایا جائے۔ وزیر داخلہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ماضی میں شدت پسندوں سے کی جانے والی بات چیت کی ناکامی کی وجہ حکمرانوں کی بدنیتی تھی، خدا کرے کہ وزیر داخلہ کی یہ پرامیدی رنگ لائے اور مسلح جنگجوؤں سے مذاکرات کامیابی کی منزل تک پہنچ جائیں۔ برطانیہ نے آئرش شدت پسندوں سے کئی برس تک کشمکش اور آویزش میں الجھنے کے بعد اس مسئلے کو بالآخر مذاکرات کے ذریعے ہی حل کیا تھا اس لئے پاکستان میں عسکریت پسندوں کو مذاکرات کی میز پر لانے کا اہتمام ہوسکے تو یہ بہت اچھا ہوگا لیکن یہ ایک صبر آزما اور کٹھن مرحلہ ہے کیونکہ وزیر اعظم نواز شریف کی جانب سے مذاکرات کی پیشکش پر خود طالبان کے مختلف گروپوں کے درمیان اختلافات ابھر کر سامنے آئے ہیں۔ نظریاتی طور پر ایک دوسرے سے مختلف زاویہ نگاہ رکھنے والے ان گروہوں کے علاوہ بعض تنظیمیں فرقہ وارانہ تلخیوں کو ہوا دینے کے لئے بھی قتل و غارت ایسے مذموم دھندے میں لگی ہوئی ہیں ان کی سرپرستی کون کرتا ہے اور انہیں مالی، تکنیکی اور اسلحی امداد کون فراہم کرتا ہے اس کا کھوج بھی ضرور لگایا جانا چاہئے۔ ان سب کو ایک ہی طریقے سے راہ راست پر لانا خاصا مشکل کام ہے تاہم اگر ان گروہوں سے بامقصد اور نتیجہ خیز مذاکرات ہو سکیں تو ان کی آڑ میں شدت پسندی کو بڑھاوا دینے والے دوسرے گروہوں کو رام کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوگا لیکن اگر بات چیت اور مذاکرات سے بھی کوئی نتیجہ نہ نکلے تو پھر دوسرا راستہ اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا۔

27-02-14 Jang

پہلی شرط : سیز فائر

وفاقی کابینہ نے منگل کے روز اپنے اجلاس میں دو اہم فیصلے کئے ہیں۔ ان میں سے ایک تو قومی سلامتی پالیسی کی منظوری ہے۔ جو موجودہ حکومت نے دن رات کام کر کے 8 ماہ کے مختصر عرصے میں مکمل کی ہے۔ بعض مبصرین کا کہنا ہے کہ چار برسوں کے لئے منظور ہونے والی اس پالیسی کا مرکزی نکتہ مذاکرات کے ذریعے ملک میں جاری دہشت گردی اور انتہا پسندی کے مسئلے کو حل کرنا ہے جبکہ دیگر دو بنیادی نکات میں دہشت گردوں کو تنہا کرنے اور طاقت کے ذریعے دہشت گردوں کو تخریبی کارروائیوں سے روکنے کی حکمت عملی شامل ہے۔ وفاقی کابینہ کا دوسرا اہم فیصلہ ایک لحاظ سے اس سلامتی پالیسی کی عملی صورت ہے جس کے تحت طالبان کے خلاف ٹارگٹڈ کارروائی اور مذاکرات بیک وقت جاری رکھے جائیں گے۔ یہ واضح کیا گیا ہے کہ مذاکرات صرف آئین کے تحت ہوں گے، ریاست کی رٹ ہر صورت میں قائم کی جائے گی اور تحریک طالبان پاکستان کو غیر مشروط جنگ بندی کرنا ہوگی۔ ان واضح پالیسی فیصلوں کے بعد تمام متعلقہ اداروں سمیت پوری حکومتی مشینری کو ایک متعین سمت میں آگے بڑھنے میں مدد ملے گی اور اپوزیشن سمیت تمام حلقوں کو حکومتی اقدامات اور کارکردگی کا جائزہ لینے میں آسانی رہے گی۔ وزیر اعظم نواز شریف نے کابینہ اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے واضح کیا کہ ان کی حکومت نے عوام کو امن فراہم کرنے کے لئے نیک نیتی سے طالبان سے بات چیت شروع کی لیکن طالبان نے سیکورٹی فورسز اور معصوم عوام کو نشانہ بنا کر مذاکراتی عمل کو بے معنی بنا دیا۔ وزیر اعظم نے اپنے اس سابقہ موقف کا اعادہ کیا کہ مذاکرات اور دہشت گردی ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے۔ یہ وہی بات ہے جس کی طرف ان سطور میں مسلسل توجہ دلائی جاتی رہی ہے۔ ہم شروع سے یہ کہتے چلے آرہے ہیں کہ شدت پسند عناصر سے مذاکرات کی پہلی شرط یہ ہونی چاہئے کہ امن و امان کی فضا قائم ہو۔ لڑائی، حملوں اور دہشت گردی کی وارداتوں کے جاری رہنے کی صورت میں امن بات چیت کی افادیت پر سوالات اٹھنے شروع ہو جاتے ہیں اور پچھلے دنوں جب طالبان کے کسی ایک یا دوسرے گروپ کی طرف سے دہشت گردی کے واقعات کی ذمہ داری قبول کی جاتی تھی تو لوگ یہ پوچھتے تھے کہ کیا الگ الگ گروپوں سے بات کی جائے گی؟ تحریک طالبان نے جب مذاکرات میں دلچسپی ظاہر کی تھی تو اس کا مفہوم ہی یہ تھا کہ اس کے زیر اثر تمام گروپ ان مذاکرات کے لئے تیار ہیں لیکن جب طالبان کی طرف سے بنائی گئی کمیٹی کے ذریعے کوئی ایک پیغام، دہشتگردی کی کارروائیوں کی صورت میں دوسرا پیغام اور ترجمان کے بیانات کی صورت میں تیسرا پیغام آرہا ہو تو کسی ایک پیغام پر اعتبار کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ طالبان کے پاکستانی امیر سمیت تمام دھڑوں کے سربراہ ملا عمر کی اطاعت کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں کسی ایک گروپ کا مذاکرات میں سنجیدہ ہونے کا دعویٰ اور دوسرے کا بم دھماکے کرنا یا پولیس ریکروٹس کو قتل کرنا یا فوجی چوکیوں اور افسروں کو نشانہ بنانا یا ایف سی اہلکاروں کے گلے کاٹنا سمجھ میں نہیں آتا۔ درحقیقت حکومت کے پاس سرجیکل آپریشن کے سوا کوئی چارہ کار چھوڑا نہیں گیا تھا جسے جاری رکھنے کا فیصلہ کرتے ہوئے وفاقی کابینہ نے اس بات کی گنجائش رکھی ہے کہ کوئی گروپ چاہے تو بات چیت کے لئے بھی حکومت تیار ہے۔ اس طرح مکمل آپریشن سے سردست گریز کرتے ہوئے امن کی طرف آنے کا ایک اور موقع دیا گیا ہے جس سے فائدہ اٹھایا جانا چاہئے۔ تاہم اب جو بھی مذاکرات ہوں، بہتر ہے کہ ان میں سیز فائر کے حوالے سے واضح موقف سامنے رکھا جائے۔ اب جبکہ کابینہ ایک قومی سلامتی پالیسی کو حتمی شکل دے چکی ہے اور اس کی روشنی میں عملی لائحہ عمل طے کر چکی ہے تو کیا ہی اچھا ہو کہ جس طرح مذاکرات کے لئے آل پارٹیز کانفرنس بلائی گئی تھی اور اس میں تمام اسٹیک ہولڈرز مدعو کئے گئے تھے اسی طرح (خواہ صرف سربراہوں کی حد تک محدود شمولیت ہو) ایک اے پی سی بلا کر بریفنگ اور مشاورت کا اہتمام کیا جائے تاکہ پالیسی کو زیادہ بہتر بنایا جا سکے اور اس پر قومی اتفاق رائے سامنے آسکے۔

28-01-14 Jang

امن یا جنگ۔ مکمل اتفاق رائے ضروری!

دہشت گردی کے لرزہ خیز واقعات میں اضافے، ان پر قوم میں پیدا ہونے والے اضطراب اور بے چینی اور بعض موثر حلقوں کی جانب سے طالبان کے خلاف فیصلہ کن کارروائی کے لئے بڑھتے ہوئے دباؤ کے پس منظر میں کالعدم تحریک طالبان پاکستان کی جانب سے حکومت کو مذاکرات کی پیش کش سے ملک میں امن و استحکام کے حوالے سے روشنی کی ایک کرن نمودار ہوئی ہے۔ طالبان کے ترجمان نے سیٹلائٹ فون پر میڈیا سے گفتگو کے روایتی طریقے سے ہٹ کر ایک تحریری پیغام جاری کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ تحریک طالبان حکومت سے بامقصد مذاکرات کے لئے ہر وقت تیار ہے تاہم بات چیت کے لئے ماحول کو سازگار بنانا حکومت کی ذمہ داری ہے طالبان کے ترجمان نے الزام لگایا کہ حکومت طالبان پر مذاکرات سے انکار کا جھوٹا پراپیگنڈہ کر رہی ہے وفاقی حکومت کے ترجمان اور وزیر اطلاعات ونشریات سینیٹر پرویز رشید نے طالبان کے موقف پر فوری ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت اس امر کا فوری طور پر جائزہ لے گی کہ طالبان کا یہ بیان سیاسی ہے یا سنجیدہ اور یہ بھی دیکھے گی کہ آیا وہ ملکی آئین کے مطابق زندگی گزارنے پر تیار ہو گئے ہیں وزیر اطلاعات کا کہنا تھا کہ طالبان خود تسلیم کر رہے ہیں کہ ان کے پاس بات چیت کے لئے وفود آئے تھے تو اس عرصے میں شدت پسندی کے جتنے واقعات ہوئے ان کا بھی انہیں خود جواب دینا چاہئے یہ ایسا سوال ہے جس کے جواب سے صاف ظاہر ہوگا کہ مذاکرات میں حقیقی رکاوٹ کون ہے حکومت یا طالبان؟ حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ سال ستمبر میں آل پارٹیز کانفرنس نے کھلے دل سے حکومت کو طالبان قیادت سے گفت وشنید کا اختیار دیا تھا حکومت نے اسے بروئے کار لانے کی کوششیں بھی کیں مگر کسی نہ کسی ناخوشگوار واقعے کی بدولت بات چیت آگے نہ بڑھ سکی یہ ناخوشگوار واقعات سیکورٹی فورسز، سکولوں، عبادت گاہوں اور عام شہری اجتماعات پر خودکش حملوں کی صورت میں پیش آئے جن کی ذمہ داری طالبان خود قبول کرتے رہے لیکن ملکی و قومی مفاد میں اس بحث میں الجھے بغیر کہ خرابی کا ذمہ دار کون ہے فریقین کو بہتر آپشن کی طرف بڑھنا چاہئے اور یہ آپشن مذاکرات ہی ہیں یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ منتخب سیاسی حکومت خون خرابہ نہیں چاہتی حالانکہ جس تواتر سے خودکش اور ریموٹ کنٹرول بم دھماکے ہو رہے ہیں بے گناہ لوگ مارے جا رہے ہیں اور قومی املاک تباہ ہو رہی ہیں اس کے پیش نظر ایک خونی آپریشن ناگزیر نظر آتا ہے اور خود صدر ممنون حسین نے کہہ دیا ہے کہ حکومت نے مذاکرات کی حجت پوری کر دی فوج تیار ہے اور اشارہ ملتے ہی آپریشن شروع کر دے گی لیکن فوجی آپریشن بھی بالآخر مذاکرات ہی پر ختم ہوتے ہیں اس لئے بہتر یہی ہوگا کہ پہلے مذاکرات کا آپشن ہی اختیار کیا جائے طالبان نے اگر سنجیدگی سے یہ راستہ اپنانے کا فیصلہ کیا ہے تو انہیں اس پر کاربند رہنا چاہئے اور پاکستان کو نقصان پہنچانے سے بچنا چاہئے جو ان کا اپنا ملک ہے وہ جس طرح کا نظام لانے کا دعویٰ کر رہے ہیں اس کے لئے بھی ملک میں امن وسلامتی کا ماحول چاہئے اسلام تلوار سے نہیں تبلیغ وترغیب اور تدریس وتحریک سے پھیلا ہے یہ امن کا دین ہے اور امن ہی اس کا ابدی پیغام ہے یہ حقیقت بڑی افسوسناک ہے کہ گزشتہ سال کی نسبت دہشت گردی کی کارروائیوں میں 9فیصد اور ان میں ہلاک وزخمی ہونے والوں میں مجموعی طور پر 19 فیصد اضافہ ہو گیا ہے پاکستان کا اصل مسئلہ غربت جہالت بیروزگاری اور بیماریوں کا خاتمہ ہے مگر ان کی طرف سے توجہ ہٹانے کے لئے دہشت گردی ان سب پر سبقت لے گئی ہے طالبان حکومت سے مذاکرات میں سنجیدہ ہیں تو امن کو ایک اور موقع دینا چاہئے۔ اس سلسلے میں تمام سیاسی پارٹیوں کو اعتماد میں لیا جائے اور مذاکرات کا ایجنڈا طے کرنے کے لئے ضروری ہو تو ایک اور اے پی سی بلانے میں کوئی حرج نہیں جو جماعتیں مذاکرات کو نتیجہ خیز بنانے کی پوزیشن میں ہیں اور اصرار بھی کر رہی ہیں ان کا تعاون ضرور حاصل کیا جائے کسی بات کو انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے امن کا حصول اس وقت پوری قوم کا بنیادی مقصد ہے اس کے لئے سیاسی وعسکری قیادت کو مکمل اتفاق رائے سے شانہ بشانہ پیش قدمی کرنی چاہئے۔

28-02-14 Jang

سیکورٹی پالیسی: ابہام کی گنجائش نہیں

بدھ کے روز قومی اسمبلی میں ملکی تاریخ کی پہلی قومی سلامتی پالیسی کی دستاویز پیش کی گئی۔ تین حصوں پر مشتمل اس پالیسی کا پہلا حصہ خفیہ، دوسرا اسٹریٹیجک (جس میں مذاکرات بھی آجاتے ہیں) اور تیسرا آپریشنل ہے۔ دستاویز کے تحت حساس اداروں کے درمیان بہتر رابطے کے لئے مشترکہ ڈائریکٹوریٹ اور انسداد دہشت گردی کیلئے ریپڈ ریسپانس فورس قائم کی جائیگی۔ دہشت گردی کی کسی بھی کارروائی کا بھرپور جواب دیا جائے گا اور جہاں حملہ ہوگا وہاں کارروائی کرنے کیساتھ ساتھ شدت پسندوں اور ٹھکانوں کے مراکز کو بھی نشانہ بنایا جائے گا۔ اس دستاویز کی اہمیت کو اس بات سے سمجھا جاسکتا ہے کہ آج پاکستان میں جو سنگین صورت حال نظر آرہی ہے اس میں دیگر عوامل کے علاوہ کسی متعین پالیسی کے بغیر ایڈہاک بنیادوں پر کام چلانے کی روش کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہے۔ اس باب میں پہل کرتے ہوئے وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خاں نے 6 ماہ کی قلیل مدت میں جو پالیسی تیار کی ہے اس پر انہیں سراہا جانا چاہئے۔ قومی اسمبلی بعض حلقوں کی طرف سے اس حکمت عملی میں ابہام کی شکایت کی گئی تو اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ 45 منٹ کے خطاب میں وزیر داخلہ کیلئے صرف چیدہ چیدہ نکات کا ذکر کرنا ہی ممکن تھا جبکہ 100 صفحات پر مشتمل اس پالیسی پر سنجیدہ اظہار رائے کرنا دستاویز کے عمیق مطالعے کے بعد ہی ممکن ہوسکے گا۔ تاہم اسمبلی کے اندر اور باہر اپوزیشن سمیت مختلف جماعتوں اور حلقوں کی طرف سے ملکی سلامتی کے حوالے سے حکومت کی حمایت کے بارے میں جو اظہار خیال کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوموں کی تاریخ میں شاذ و نادر آنے والا وہ لمحہ پاکستان میں آچکا ہے جب حکومتی حکمت عملی، عوامی رجحانات اور سیاسی اتفاق رائے یکجا ہوجاتے ہیں۔ وزیراعظم میاں نواز شریف نے درست طور پر یہ وضاحت کی کہ قومی سلامتی پالیسی پر حکومت میں کوئی کنفیوژن نہیں، اس پالیسی اور حکومت طالبان مذاکرات پر قائد اختلاف اور دیگر پارلیمانی لیڈروں کو اعتماد میں لیا جائیگا اور انکے ذہن میں کوئی کنفیوژن ہے تو دور کیا جائے گا۔ ملک کو دہشت گردی کی سنگین صورتحال کے باعث جن چیلنجوں کا سامنا ہے ان سے نمٹنے کی حکمت عملی کے حوالے سے کسی بھی سطح پر کسی قسم کا ابہام ہونا بھی نہیں چاہئے۔ اس ضمن میں ہم نہ صرف ان سطور میں پیش کی گئی اس تجویز کو دہرانا چاہیں گے کہ طالبان سے مذاکرات کیلئے بلائی گئی آل پارٹیز کانفرنس کی طرز پر تمام اسٹیک ہولڈر کو قومی سیکورٹی پالیسی پر بھی یکجا کیا جائے بلکہ یہ اضافہ بھی کرنا چاہیں گے کہ جس طرح جنگ کے دوران ''وار کیبنٹ'' بنائی جاتی ہے اسی طرح تمام پارٹیوں، سیکورٹی اداروں اور حساس ایجنسیوں کا ایک مسلسل فورم بنایا جائے جو آپریشن سمیت تمام ضرورتوں اور لمحہ بہ لمحہ سامنے آنیوالے واقعات وحوادث پر غور کر کے مسائل کے حل تجویز کرے اور راہ عمل کا تعین کرے۔ اس نوع کے کسی انتظام کی موجودگی میں کنفیوژن یا ابہام کی گنجائش نہیں ہوگی اور قومی سلامتی پالیسی کے مطلوب نتائج کامیابی سے حاصل کیے جاسکیں گے۔ یہ پالیسی صرف تھیوری کی صورت میں فائلوں کا حصہ رہی تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ اسے موثر طور پر روبہ عمل لایا جائے۔ ہمارے ہاں ایک مسئلہ یہ ہے کہ پالیسیاں بہت اچھی بنائی جاتی ہیں، مگر ان پر عملدرآمد کا شعبہ اس قدر کمزور ہے کہ بعض پالیسیوں کی حیثیت کاغذوں کے ڈھیر میں پڑے پڑے قصہ پارینہ کی ہوجاتی ہے۔ قومی سلامتی پالیسی بنائی گئی ہے تو اس پر موثر عملدرآمد ہونا چاہئے اور اس کے ہر ہر پہلو کی مانیٹرنگ کرنے کیساتھ ساتھ بروقت رہنمائی کے نظام کو بھی بروئے کار لایا جانا چاہئے۔ برطانیہ اور سری لنکا سمیت کئی ممالک اتفاق رائے سے پالیسی تیار کر کے دہشت گردی پر قابو پاچکے ہیں تو ہم کیوں اس عفریت کو ختم نہیں کرسکتے۔ قیام امن پاکستانی قوم کی ایسی ضرورت ہے جس کیلئے حکومت ہی نہیں تمام سیاسی و عوامی قوتوں اور قومی اداروں کو مثالی اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے مل جل کر کام کرنا ہوگا تاکہ یہ ملک ترقی وخوشحالی کی شاہراہ پر تیزی سے گامزن ہوسکے۔

28-03-14 Jang

امن مذاکرات: مثبت پیش رفت

ملک میں قیام امن کے لیے تحریک طالبان پاکستان کے ساتھ حکومتی کمیٹی کے باضابطہ اور براہ راست مذاکرات کے پہلے مرحلے کا خوش اسلوبی سے مکمل ہوجانا بلاشبہ ایک خوش آئند واقعہ ہے۔ پوری قوم کو اس کے لیے انتظار کے طویل اور صبر آزما لمحات سے گزرنا پڑا جن کے دوران حالات کے نشیب و فراز بار بار اس عمل کے آغاز میں ناقابل عبور رکاوٹیں حائل ہوجانے کے خدشات ابھارتے رہے۔ لیکن حکومت اور طالبان قیادت دونوں کی جانب سے دوراندیشی اور معاملہ فہمی سے کام لیے جانے کے باعث جنگ بندی عمل میں آئی اور بات چیت کے ذریعے اختلافات کے تصفیے کی کوششوں کی ابتداء ہوئی۔ وزیرستان میں نامعلوم مقام پر عمل میں آنے والے بات چیت کے اس پہلے مرحلے کے بعد سرکاری طور پر کوئی اعلامیہ جاری نہیں ہوا تاہم تحریک طالبان کے ترجمان کے بیان اور دیگر ذرائع سے یہ اطلاع منظر عام پر آئی ہے کہ مذاکرات خوشگوار ماحول میں ہوئے اور دونوں جانب سے جنگ بندی میں توسیع، غیر عسکری قیدیوں کی رہائی اور مذاکراتی عمل جاری رکھے جانے پر اتفاق کیا گیا۔ یہ بات چیت شمالی وزیرستان کے علاقے میر علی میں کسی خفیہ مقام پر ہوئی۔ حکومتی کمیٹی کے تمام ارکان نے اس میں شرکت کی جو حبیب اللہ خٹک، ارباب عارف، فواد حسن فواد، میجر ریٹائرڈ محمد عامر اور رستم شاہ مہمند پر مشتمل ہے۔ جبکہ تحریک طالبان کی نمائندگی اس کی نامزد کردہ کمیٹی کے ارکان مولانا سمیع الحق، پروفیسر ابراہیم اور مولانا یوسف شاہ کے علاوہ طالبان شوریٰ کے ارکان قاری شکیل، اعظم طارق، مولوی ذاکر اور مولوی بشیر نے کی۔ مذاکرات کاروں کی اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ مذاکرات کے اس پہلے مرحلے میں دونوں جانب سے بھرپور نمائندگی کے ساتھ شرکت کی گئی جس سے امن عمل سے فریقین کی مکمل دلچسپی اور اخلاص واضح ہے۔ یہ بلاشبہ ایک اچھا آغاز ہے تاہم حتمی کامیابی تک پہنچنے کی راہ مشکلات سے پٹی ہوئی ہے لہٰذا دونوں فریقوں کو اس عمل کو پائیدار اور مستقل قیام امن کے منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے آنے ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اٹھانا اور احتیاط کے تمام تقاضوں کو آخری حد تک ملحوظ رکھنا ہوگا۔

پہلے مرحلے میں دونوں جانب سے جنگ بندی میں توسیع اور غیر جنگی قیدیوں کی رہائی پر اتفاق کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ تحریک طالبان احرار الہند جیسے اپنے سابق اتحادیوں کو دہشت گردی سے روکنے میں بھی اپنا کردار حتی الامکان زیادہ سے زیادہ مؤثر طور پر ادا کرے۔ ایسے گروپوں کے بارے میں جو معلومات اس کے پاس موجود ہوں، حکومت پاکستان کو ان سے آگاہ کرے۔ انہیں سمجھا بجھا کر راہ راست پر لائے جانے کے امکانات ہوں تو انہیں بھی طالبان کی جانب سے آزمایا جائے، اس کے باوجود بھی وہ امن کا راستہ اختیار کرنے پر تیار نہ ہوں تو ان کے خلاف تحریک طالبان اپنے طور پر بھی کارروائی کرے اور حکومت پاکستان کو بھی ان کے خلاف کارروائی میں ہر ممکنہ تعاون فراہم کرے۔ غیر عسکری جنگی قیدیوں کی رہائی کے معاملے میں بھی دونوں طرف سے کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا جانا چاہیے۔ طالبان بھی اسے محض جامعہ اسلامیہ پشاور کے وائس چانسلر ڈاکٹر اجمل اور دوسری چند شخصیات تک محدود نہ رکھیں اور حکومت بھی ایسا نہ کرے بلکہ دونوں جانب سے جلد از جلد تمام غیر جنگی قیدیوں کی رہائی عمل میں لانے کی کوشش کی جائے تاکہ وہ اور ان کے لواحقین جرم بے گناہی کی مزید سزا بھگتنے سے بچ سکیں اور مذاکرات کے آئندہ مراحل کی کامیابی کے لیے حالات زیادہ سازگار ہوسکیں۔ جہاں تک طالبان کی جانب سے ایسے فری پیس زون کا مطالبہ ہے جہاں پاکستانی فوج موجود نہ ہو یا اس کی نقل و حرکت بہت محدود ہو تاکہ طالبان قیادت کی نقل و حرکت میں کوئی رکاوٹ نہ رہے تو حکومت پاکستان کو اس بارے میں کسی بھی فیصلے سے پہلے پوری احتیاط سے معاملے کے تمام پہلوؤں اور نتائج و عواقب پر غور کرلینا چاہیے۔ ایسا کوئی فیصلہ بہرحال درست نہیں ہوگا جس سے ریاست کے اندر ریاست بننے کی راہ ہموار ہو اور پاکستان کی سرزمین پر حکومت و ریاست کی عملداری مشتبہ نظر آئے۔

28-10-13 Jang

اتفاق رائے ضروری، تاخیر غیر ضروری

دہشت گردی کے خاتمے اور قیام امن کے لئے تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرات کا فیصلہ تقریباً پونے دو ماہ پہلے ستمبر کی 9 تاریخ کو وفاقی حکومت کے زیر اہتمام ہونے والی کل جماعتی کانفرنس میں مکمل اتفاق رائے سے کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس میں ملک کی عسکری قیادت بھی شریک تھی۔ کانفرنس کے بعد بھی آرمی چیف نے ایک سے زائد بار نہایت غیر مبہم الفاظ میں وضاحت کی کہ فوج مذاکرات کے آپشن کو آزمانے میں سیاسی قیادت سے پوری طرح متفق ہے اور اگر مذاکرات کے ذریعے ملک میں امن قائم ہو جائے تو فوج سے زیادہ خوشی کسی کو نہیں ہوگی۔ جبکہ اس دوران فوجی افسروں اور چرچ کو نشانہ بنائے جانے سمیت دہشت گردی کے کئی بڑے واقعات کے باوجود ملک کی تمام سیاسی قوتوں کی جانب سے فوجی کارروائی کے بجائے مذاکرات ہی کی حمایت کی جاتی رہی۔ یہ اتفاق رائے اب تک قائم ہے۔ دہشت گردی کے واقعات کا سب سے بڑا ہدف خیبر پختون خوا کا صوبہ ہے لیکن صوبائی حکومت اور حکمراں جماعت تحریک انصاف کی قیادت مسلسل مذاکرات کے جلد از جلد آغاز کا مطالبہ کر رہی ہے۔ گزشتہ روز بھی خیبر پختون خوا کے وزیر اعلیٰ پرویز خٹک نے کہا ہے کہ تمام سیاسی جماعتوں نے وفاق کو مذاکرات کا اختیار دیا مگر ان کی سست رفتاری سے ہماری بدنامی ہو رہی ہے اور ہم لاشیں اٹھانے پر مجبور ہیں۔ وزیر اعلیٰ کا یہ شکوہ عملی صورت حال کے عین مطابق ہے۔ سات ہفتوں پر محیط اس مدت میں نہ صرف یہ کہ مذاکرات کا آغاز نہیں ہو سکا بلکہ قوم کو یہ بھی پتہ نہیں کہ اس سلسلے میں حکومت اور طالبان کے درمیان رابطوں کے نتائج کیا رہے ہیں، مذاکرات کا سلسلہ شروع ہونے کے امکانات ہیں بھی یا نہیں، اور اگر ہیں تو ان کا آغاز کب تک متوقع ہے۔ اس امر کا قوی امکان ہے کہ وفاقی حکومت کے پیش نظر یہ حکمت عملی رہی ہو کہ وزیر اعظم کے دورۂ امریکہ میں ڈرون حملوں کے حوالے سے کسی مثبت پیش رفت کے بعد مذاکرات کا آغاز کیا جائے۔ لیکن اگر ایسا تھا تب بھی حکومت کو تمام صوبائی حکومتوں اور پارلیمانی جماعتوں کو اعتماد میں لینا چاہیے تھا۔ بہرصورت لگتا ہے کہ وزیر اعظم نے اب اس ضرورت کا احساس کر لیا ہے جس کا اظہار ان کی جانب سے اس ضمن میں وفاقی وزیر داخلہ کو دی گئی ہدایت سے ہوتا ہے۔ اطلاعات کے مطابق وزیر اعظم نے کہا ہے کہ تمام سیاسی جماعتوں نے طالبان سے مذاکرات کیلئے حکومت کو مینڈیٹ دیا تھا اس لئے ضروری ہے کہ ان کی قیادتوں کو اس حوالے سے اعتماد میں لیا جائے۔ انہیں اس سلسلے میں کی جانے والی تمام کوششوں، حکمت عملی اور تازہ ترین پیش رفت سے اس طرح باخبر رکھا جائے کہ انہیں مذاکراتی عمل میں پوری طرح شریک ہونے کا احساس ہو۔ وزیر اعظم کی یہ سوچ اور اس کے مطابق عمل وقت کی عین ضرورت ہے۔ دہشت گردی کی شکل میں قوم کو جس قدر پیچیدہ اور سنگین چیلنج کا سامنا ہے، اس سے نمٹنے کیلئے قومی سطح پر زیادہ سے زیادہ اتحاد اور اتفاق رائے ضروری ہے۔ اور محض اسی ایک معاملے میں نہیں تمام مسائل اور ان کے حل کیلئے حکومت کی کوششوں سے قوم کو باخبر رکھ کر ہی سازگار ماحول تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ لیکن اب تک اس حوالے سے کسی اطمینان بخش کارکردگی کا مظاہرہ نہیں ہوا ہے۔ مثلاً بجلی کی قیمتوں میں اضافہ کرتے ہوئے عوام کو یہ بتانے کی زحمت نہیں کی گئی کہ یہ قدم کیوں اٹھایا جا رہا ہے، حکومت بجلی کی پیداوار بڑھانے کے کون کون سے منصوبے شروع کر چکی ہے اور کرنے والی ہے اور یہ کہ بجلی کی پیداوار بڑھ جانے کے بعد قیمتیں کم کر دی جائیں گی۔ اسی طرح کراچی میں قیام امن کے لئے آپریشن ہو یا وزیر اعظم کا دورۂ امریکہ، بیشتر معاملات میں عوام کو اس طرح اعتماد میں نہیں لیا جا سکا ہے جس سے انہیں معاملات میں شرکت کا احساس ہو۔ لہٰذا محض طالبان سے مذاکرات ہی نہیں بلکہ تمام معاملات میں حکومت کو قوم کو اعتماد میں لے کر آگے بڑھنے کی حکمت عملی اختیار کرنی چاہئے لیکن اس کا نتیجہ سست رفتاری کی شکل میں بھی نہیں برآمد ہونا چاہئے جیسا کہ طالبان سے مذاکرات کے معاملے میں نظر آ رہا ہے جس کی بناء پر ایک طرف دہشت گردی کے پے در پے واقعات ہو رہے ہیں اور دوسری طرف عوام میں مایوسی بڑھ رہی ہے اور ان کے ذہنوں میں حکومت کی کارکردگی کے حوالے سے سوالات جنم لے رہے ہیں۔

29-04-14 Jang

طالبان : مذاکرات اور شرائط

حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکراتی عمل صبر آزما تاخیر سے ہی سہی لیکن اچھی توقعات کے ساتھ ایک بار پھر شروع ہو رہا ہے، طالبان رابطہ کمیٹی کے رکن مولانا یوسف شاہ کے مطابق طالبان شوریٰ سے حکومتی و طالبان رابطہ کمیٹیوں کے ارکان کی ملاقات اگلے ایک دو روز میں متوقع ہے۔ طالبان رابطہ کمیٹی کے ایک اہم رکن مولانا سمیع الحق نے بھی جمعیت علما اسلام (ف) کے سربراہ مولانا فضل الرحمان اور جماعۃ الدعوۃ کے امیر حافظ محمد سعید سے ملاقات میں حکومت طالبان رابطوں کے حوالے سے کہا ہے کہ صورتحال مایوس کن نہیں ہے اور جنگ بندی میں توسیع نہ ہونے کے باوجود فریقین مذاکرات جاری رکھنے کے لئے پر جوش ہیں۔ ملک میں دہشت گردی کے خاتمے اور امن و امان کی بحالی کے لئے حکومت نے سیاسی پارٹیوں کے اتفاق رائے سے طالبان کے ساتھ مذاکرات کے لئے سلسلہ جنبانی کیا تو پوری قوم نے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔ پھر امریکی ڈرون حملوں اور طالبان کی جانب سے عسکری کارروائیوں میں جو وقفہ آیا عوام نے اس پر سکھ کا سانس لیا، اس سے یہ توقع پیدا ہوئی کہ ملک خوف اور دہشت کی فضا سے نکل آئے گا، زندگی کے معاملات معمول پر آجائیں گے۔ اقتصادی سرگرمیاں بحال ہوجائیں گی اور قوم ترقی کی راہ پر چل پڑے گی لیکن مذاکراتی عمل میں سست روی کی وجہ سے عوام پھر تذبذب اور بے یقینی کا شکار ہونے لگے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مذاکرات تو ابھی شروع ہی نہیں ہوئے۔ طالبان کمیٹی کے رکن پروفیسر ابراہیم کا کہنا ہے کہ اصل مذاکرات اس وقت شروع ہوں گے جب طالبان شوریٰ کے مطالبات سامنے آئیں گے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ مذاکرات کے لئے ابھی صرف فضا ہموار کی جا رہی تھی۔ ایسے وقت میں جب پوری قوم کی نگاہیں مذاکراتی عمل پر لگی ہیں اور عوام چاہتے ہیں کہ یہ نیا جلد کسی کنارے لگے۔ بات چیت سے متعلق غیر ضروری ابہام اور گومگو کی کیفیت سے مایوسی پیدا نہ ہو۔ خاص طور پر طالبان کی جانب سے جنگ بندی میں توسیع نہ کرنا اور اس کے ساتھ ہی مختلف مقامات پر دھماکوں اور حملوں کے واقعات مذاکرات کے مستقبل کے بارے میں کوئی نیک شگون نہیں۔ اتوار کی شام شمالی وجنوبی وزیرستان کی سرحد پر نصب بارودی سرنگ پھٹنے سے آرمی کی گاڑی تباہ ہوگئی جس سے ایک افسر سمیت تین فوجی شہید ہوگئے، اس کے علاوہ پشاور ایئرپورٹ اور فضائیہ کے بیس کو راکٹ حملے کا نشانہ بنایا گیا۔ شہر میں دو بم دھماکے بھی ہوئے اور دو بارودی سرنگیں ناکارہ بنادی گئیں۔ اس طرح کے ماحول میں طالبان کمیٹی کے ایک رکن جب یہ کہتے ہیں کہ مذاکرات کا سلسلہ کامیابی سے جاری ہے اور اب فیصلہ سازی کا مرحلہ آچکا ہے تو ہر محب وطن پاکستانی دعا ہی کرسکتا ہے کہ اللہ کرے ایسا ہی ہو، لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ طالبان شوریٰ سے رابطہ کمیٹیوں کی متوقع ملاقات کے دوران سب سے پہلے جنگ بندی میں توسیع کی جائے تاکہ بے گناہ لوگوں کا مزید خون نہ بہے، پھر اس ملاقات کو باقاعدہ مذاکرات کے آغاز کا سنگ میل بنانے کے لئے فریقین اپنی اپنی حتمی شرائط اور مطالبات سامنے لائیں جو قانون اور آئین کے دائرے اور زمینی حقائق کی روشنی میں قابل عمل بھی ہوں اور جن پر عملدرآمد سے ملک میں حقیقی امن کا قیام ممکن ہو۔ ایسے نکات پر اتفاق کی راہ ہموار کی جائے جنہیں بروئے کار لاکر قوم کو امن وسکون کی نوید دی جاسکے۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ حکومت اور عسکری قیادت طالبان سے مذاکرات کے حوالے سے ایک ہی صفحے پر ہیں۔ فوج حکومت ہی کا ایک محترم ادارہ ہے اور حکومت مذاکرات میں فوج کے نقطہ نظر کی بھی نمائندگی کر رہی ہے اس لئے مذاکرات میں اس کی براہ راست شرکت پر اصرار معاملے کو طول دینے کے مترادف ہے۔ فوج پوری طرح منتخب حکومت کی پشت پر ہے اور آخری فیصلہ حکومت نے ہی کرنا ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ فریقین سنجیدگی سے بات چیت کو آگے بڑھائیں۔ اس سلسلے میں جو بھی پیش رفت ہو وہ نظر بھی آنی چاہئے۔ رابطہ کاری کا مرحلہ کب کا مکمل ہو چکا، اب فیصلہ سازی کا وقت ہے۔ قوم توقع رکھتی ہے کہ حکومت فوج اور طالبان اسے پر امن مذاکرات کے ذریعے خوف و دہشت کے گرداب سے نکالنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

30-01-14 Jang

آپریشن یا مذاکرات؟

شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کسی بھی ریاست کا اولین مقصد ہوتا ہے اور حکومت وقت اسے ممکن بنا کر ہی اپنے قیام کا جواز ثابت کرسکتی ہے۔ پاکستان میں امن وامان اور جان ومال کے تحفظ کا معاملہ خطے میں عالمی طاقتوں کی پالیسیوں اور سرگرمیوں کی وجہ سے غیرمعمولی رنگ اختیار کرگیا ہے۔ اس کے نتیجے میں ملک میں برسوں سے خودکش حملوں اور دہشت گردی کے واقعات کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ یہ کارروائیاں بالعموم ان عناصر کی جانب سے شروع کی گئی تھیں جو افغانستان میں امریکہ کی قیادت میں شروع کی جانے والی اس فوج کشی میں جسے دہشت گردی کے خلاف جنگ کا نام دیا گیا، حکومت پاکستان کی جانب سے بین الاقوامی تقاضوں کے باعث کیے جانے والے تعاون پر ناخوش تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ بات محض ایک معاملے میں حکومت پاکستان کی پالیسی سے اختلاف سے بڑھ کر پاکستان کے آئین وقانون کو مسترد کرنے تک پہنچ گئی۔ یہ موقف ظاہر ہے کہ پاکستان کے عوام، حکومت اور پوری سیاسی وعسکری قیادت سمیت کسی کے لئے قابل قبول نہیں تھا۔ لہٰذا حکومت پاکستان کی جانب سے واضح کردیا گیا کہ مذاکرات آئین پاکستان کے تحت ہی ہوسکتے ہیں۔ اب تحریک طالبان کی جانب سے آئین کے تحت مذاکرات نہ کرنے کی بات تو نہیں کی جارہی لیکن یہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ مذاکرات سے پہلے حکومت اپنا اخلاص اور اختیار ثابت کرے جبکہ یہ ایسا مطالبہ ہے جس کی تکمیل کی کوئی شکل طے نہیں کی جاسکتی۔ مذاکرات کے حوالے نیک نیتی کا اولین ثبوت دونوں جانب سے جنگ بندی ہے لیکن تحریک طالبان موجودہ حکومت کی سات ماہ کی پوری مدت میں ایک دن کے لئے بھی اس پر تیار نہیں ہوئی بلکہ اس نے اپنی کارروائیاں عملاً تیز کردیں۔ ان حالات میں شہریوں کے جان ومال کے تحفظ کی ذمے داری پوری کرنے کے لئے بظاہر حکومت کے پاس آپریشن کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں رہا ہے چنانچہ اب حالات تیزی سے اسی رخ کی جانب بڑھتے دکھائی دے رہے ہیں۔ منگل کے روز اس سمت میں اہم پیش رفت کی نشان دہی کرنے والے کئی واقعات منظر عام پر آئے۔ وزیراعظم اور آرمی چیف میں اہم ملاقات ہوئی اور اطلاعات کے مطابق اس میں دہشت گردوں کے خلاف بھرپور کارروائی پر اتفاق کیا گیا۔ خیبر پختونخوا کے وزیراعلیٰ اور وزیراعظم کی ملاقات میں بھی اس موضوع پر بات ہوئی اور وزیراعظم نے طالبان سے مذاکرات سمیت تمام امور پر انہیں اعتماد میں لینے کی یقین دہانی کرائی۔ پنجاب کے وزیر قانون رانا ثناء اللہ نے غیرمبہم الفاظ میں دعویٰ کیا کہ فوجی آپریشن کا فیصلہ ہوچکا ہے اور اس کا طریق کار فوجی قیادت طے کرے گی۔ تاہم دفاع پاکستان کونسل کے رہنماؤں نے آپریشن پر اپنے شدید تحفظات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے کہ افغانستان میں جنگ ختم اور پاکستان میں شروع ہورہی ہے۔ یہ خدشہ درست ہوسکتا ہے لیکن بظاہر طالبان کے بے لچک رویے ہی کے نتیجے میں حالات اس موڑ تک پہنچے ہیں جن میں آپریشن ناگزیر دکھائی دے رہا ہے بلکہ فضائی کارروائیوں کی شکل میں ایک حد تک شروع بھی ہوچکا ہے۔ تاہم اس کے لئے ضروری ہے کہ قوم کو پوری طرح اعتماد میں لیا جائے تاکہ جو حکمت عملی بھی اختیار کی جائے قوم اس پر پوری طرح یکسو ہو۔ اس حوالے سے ایک نیوز رپورٹ میں ظاہر کیا گیا یہ خیال محل نظر ہے کہ کسی باقاعدہ پالیسی کے اعلان کے بغیر آپریشن جاری رکھا جائے گا۔ ایسی حکمت عملی بے یقینی کی کیفیت پیدا کرنے کا سبب بنے گی۔ لہٰذا واضح اور دوٹوک پالیسی کا اختیار کی جانی چاہئے۔ یہ ضروری ہے نہ مناسب کہ آپریشن ہو تو مذاکرات کے تمام راستے بالکل بند کردیئے جائیں اور مذاکرات ہوں تو بڑی سے بڑی دہشت گردی بھی برداشت کی جاتی رہے۔ یہ دونوں راستے بیک وقت اختیار کیے جاسکتے ہیں اور ایسا ہی کیا بھی جانا چاہیے۔ جو گروپ بات چیت کے لئے تیار ہیں، ان سے جنگ بندی کی شرط کے ساتھ بات چیت شروع کردی جائے اور جن کے خلاف آپریشن کیا جائے ان کے ساتھ بھی مذاکرات کے راستے کھلے رکھے جائیں اور جب وہ اس کے لئے تیار ہوں تو ان سے بھی بات چیت کی جائے کیونکہ معاملات بالآخر بات چیت ہی سے طے ہوتے ہیں۔

30-10-13 Jang

طالبان سے مذاکرات: حقائق سامنے لائے جائیں

ملک کی تمام سیاسی پارٹیوں عسکری قیادت اور رائے عامہ کی جانب سے پرزور حمایت کے باوجود دہشت گردی کے خاتمے اور قیام امن کے لئے طالبان سے مذاکرات شروع کرنے کے سلسلے میں فی الوقت کوئی واضح پیش رفت دکھائی نہیں دیتی۔ پیر کو اس حوالے سے وزیراعظم میاں نواز شریف اور جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمان کے درمیان اہم ملاقات ہوئی جس میں دوسرے ملکی معاملات کے علاوہ اس سوال پر بھی صلاح مشورہ کیا گیا کہ طالبان سے مذاکراتی عمل کس طرح آگے بڑھایا جائے۔ وزیراعظم نے مولانا کو بتایا کہ طالبان سے مذاکرات حکومت کی ترجیح ہیں اور اس سلسلے میں وہ کسی بھی دباؤ کو قبول نہیں کریں گے۔ اس حوالے سے ایک عمومی تاثر یہ ہے کہ امریکا پاکستانی طالبان سے حکومت کے مذاکرات کو پسند نہیں کرتا اور ان کی راہ میں رکاوٹیں ڈال رہا ہے لیکن امریکی سفیر کی پیر کے روز مولانا فضل الرحمن سے ہونے والی ملاقات میں اس کی واضح طور پر تردید ہوگئی ہے۔ رچرڈ اولسن کا کہنا تھا کہ امریکا اس ضمن میں پاکستان پر کوئی دباؤ نہیں ڈال رہا۔ وہ قبائلی علاقوں میں حکومتی رٹ کی بحالی اور طالبان سے بات چیت کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے پاکستان سے ہر ممکن تعاون کے لئے تیار ہے۔ امریکی سوچ کے حوالے سے سامنے آنے والی یہ بات حوصلہ افزا ہے اور اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ واشنگٹن واضح طور پر ڈرون حملے بند کرنے کا اعلان کردے جو مذاکرات کے لئے طالبان کی ایک پیشگی شرط ہے صرف اسی صورت میں مذاکرات کے حوالے سے گومگو کی موجودہ کیفیت ختم ہوسکتی ہے، یہ پاکستان ہی نہیں افغانستان اور خود امریکا کے مفاد میں بھی ہے، اس حقیقت کو نظر انداز کرنا مشکل ہے کہ افغانستان نے نہ صرف قیام پاکستان کی شدید مخالفت کی بلکہ اس کے بعد بھی اسے نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اس کے باوجود پاکستان نے ہر مشکل وقت میں افغانوں کا ساتھ دیا۔ 1979 میں جب افغانستان سرد جنگ کے شعلوں کی نذر ہوا تو پاکستان نے وہاں سے ہجرت کرکے آنے والے لاکھوں مہاجرین کے لئے پناہ کے دروازے کھول دیئے اور 34 سال سے ان کی دیکھ بھال کر رہا ہے امریکا اور نیٹو کی فوج مداخلت کے بعد افغانستان میں دہشت گردی کی جو لہر اٹھی اس کا سب سے زیادہ نقصان پاکستان کو پہنچا۔ اب ایک طرف امریکا قبائلی علاقوں میں ہمارے شہریوں پر ڈرونز کے ذریعے میزائل اور بم برسا رہا ہے تو دوسری طرف طالبان نے ملک کے بیشتر حصوں میں قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ایسے میں امریکا نے افغان طالبان سے بات چیت کا ڈول ڈالا تو پاکستان نے بھی قیام امن کے لئے پاکستانی طالبان سے مذاکرات کا اعلان کیا جو ہنوز شروع نہیں ہوئے اور اگر پس پردہ کسی سطح پر ہوئے بھی ہیں تو قوم کو ان کی نوعیت کا کچھ پتہ نہیں۔ اس حوالے سے تمام معلومات حکومت کے پاس ہیں جو یہ بتانے سے گریزاں ہے کہ بات چیت کس سے اور کن نکات پر ہو رہی ہے اور ہو بھی رہی ہے یا نہیں۔ اس سارے معاملے پر پراسراریت کا پردہ پڑا ہوا ہے یہ درست ہے کہ ہر چیز قبل از وقت سامنے لانا شاید مناسب نہ ہو لیکن وزیراعظم کو بیرون ملک سے واپسی پر بنیادی حقائق ضرور ظاہر کرنا ہوں گے اور قوم کو اعتماد میں لینا ہوگا۔ مذاکرات میں غیر ضروری تاخیر سے عوام میں مایوسی پھیل رہی ہے پاکستان تو واضح اعلان کرچکا ہے کہ وہ افغانستان میں کسی بھی فریق کا حامی نہیں۔ کابل حکومت پاکستان کے خلاف جن قوتوں کی درپردہ حوصلہ افزائی کر رہی ہے ان کی حمایت سے بھی ہاتھ کھینچ لیا جائے تو یہ اس خطے میں پائیدار امن کے بہترین مفاد میں ہوگا۔ وزیراعظم نواز شریف امریکا اور برطانیہ کے علاوہ صدر کرزئی کو بھی امن کے مفاد میں ہر کوشش بروئے کار لانے کا یقین دلا چکے ہیں اب ان ملکوں اور افغان مسئلے سے وابستہ دوسری قوتوں کو بھی طالبان سے مذاکرات کی کامیابی کے لئے پاکستان کا بھرپور ساتھ دینا چاہئے۔ پاکستان اور افغانستان کا مفاد ایک دوسرے کے امن سے وابستہ ہے ماضی کی تلخیوں کو بھلا کر دونوں کو امن کے لئے کام کرنا چاہئے امن ہوگا تو سرحدوں پر خطرات ختم ہوں گے اور دونوں ملک اپنے عوام کی ترقی و خوشحالی پر توجہ دے سکیں گے۔

31-01-14 Jang

امن کو پھر ایک اور موقع!

ایک ایسے موقع پر جب پر امن ذرائع سے دہشت گردی کے خاتمے کی امیدیں بظاہر دم توڑ رہی تھیں اور آخری چارہ کار کے طور پر طاقت کا استعمال ناگزیر نظر آرہا تھا وزیراعظم محمد نواز شریف نے امن کو ایک اور موقع دینے کی غرض سے چار نہایت قابل احترام اور سنجیدہ شخصیات پر مشتمل کمیٹی قائم کردی ہے جو مذاکراتی عمل کو آگے بڑھانے کے لئے طالبان سے رابطے کرے گی اور باقاعدہ مذاکرات کی راہ ہموار کرے گی کمیٹی میں وزیراعظم کے معاون خصوصی اور دانشور عرفان صدیقی، سابق انٹیلی جنس افسر میجر (ریٹائرڈ) عامر، ممتاز صحافی اور تجزیہ کار رحیم اللہ یوسف زئی اور افغانستان میں پاکستان کے سابق سفیر رستم شاہ مہمند شامل ہیں ان چاروں کا شمار طالبان امور اور پاک افغان معاملات کے ماہرین میں ہوتا ہے بدھ کو پارلیمنٹ اور قوم کو اعتماد میں لینے کے لئے وزیراعظم نے قومی اسمبلی سے پالیسی خطاب کرتے ہوئے کمیٹی کی تشکیل کا اعلان کیا اور یہ بھی واضح کیا کہ بات چیت کی کامیابی کے لئے دہشت گردی کی کارروائیاں بند کرنا ہوں گی کیونکہ مذاکرات اور دہشت گردی ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے انہوں نے یہ بھی کہا کہ بات چیت صرف ہتھیار ڈالنے والوں سے ہوگی متحدہ قومی موومنٹ کے سوا تقریباً تمام پارلیمانی پارٹیوں کی قیادت نے کمیٹی کے قیام کا خیر مقدم کیا اور اس میں شامل ارکان کی صلاحیتوں پر اعتماد کا اظہار کیا ہے ان جماعتوں میں پیپلز پارٹی، تحریک انصاف، جمعیت علماء اسلام (ف) اور عوامی نیشنل پارٹی بھی شامل ہیں کالعدم تحریک طالبان نے بھی حکومت کی مذاکراتی پالیسی کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے ایک سنجیدہ اقدام قرار دیا ہے طالبان کے ترجمان نے اعلان کیا ہے کہ کمیٹی کے بارے میں رائے قائم کرنے اور حکومت کے ساتھ مذاکرات کے لئے تمام امور کا جائزہ لینے کے لئے طالبان

شوریٰ کا اجلاس طلب کرلیا گیا ہے پنجابی طالبان کے امیر عصمت اللہ معاویہ نے مذاکرات میں شرکت کی حمایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ نواز شریف نے مذاکرات کے حق میں فیصلہ کرکے پاکستان کو آگ اور خون کے کھیل میں دھکیلنے والی قوتوں کے ہاتھوں تباہ ہونے سے بچالیا ہے۔ رائے عامہ کے دوسرے سنجیدہ فکر طبقوں نے بھی وزیراعظم کے اس دور اندیشانہ اقدام کو سراہا ہے۔ پیپلز پارٹی کی سابقہ حکومت کی طرح موجودہ حکومت بھی دہشت گردی کے خاتمے کے لئے بات چیت کو ہی اولین ترجیح دیتی رہی ہیں اور بعض مواقع پر ایسا لگا کہ اس سلسلے میں ان کی کوششیں کامیابی کے قریب پہنچ رہی ہیں مگر ڈرون حملوں اور طالبان کی خونریز کارروائیوں کی وجہ سے ان میں رکاوٹ پڑتی رہی۔ معاملہ اب اس نازک مرحلے میں داخل ہوچکا ہے کہ حکومت کو آر پار یا کوئی نہ کوئی فیصلہ کرنا تھا اور عمومی سوچ یہی ہے کہ طاقت کے استعمال کا وقت آگیا ہے مگر وزیراعظم نے امن کو موقع دے کر قومی اور بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے حقیقی معنوں میں ایک امن پسند ملک ہونے کے تصور کو اجاگر کیا ہے۔ فوجی آپریشن شروع ہوجاتا تو ملک میں خانہ جنگی جیسی صورتحال پیدا ہوسکتی تھی۔ عالم اسلام کے کئی ممالک اس وقت ایسی صورت حال سے دوچار ہیں اور مخاصمانہ قوتیں انہیں تباہ ہوتے دیکھ رہی ہیں۔ پاکستان دہشت گردی کی طویل جنگ سے پہلے ہی کافی نقصانات اٹھا چکا ہے۔ مزید نقصانات کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ فوجی کارروائی سے دہشت گردوں کے علاوہ بے شمار بے گناہ لوگ بھی مارے جاتے اور ملک کی تباہ حال معیشت مزید تباہی سے دوچار ہوتی اس لئے امن کو موقع دینا ہی اس وقت سب سے بہتر راستہ ہے۔ تاہم بے اعتمادی کے موجودہ ماحول میں طالبان سے مذاکرات کا عمل کافی مشکل اور پیچیدہ ہوگا۔ ان کے بعض مطالبات ایسے بھی ہیں جنہیں تسلیم کرنا حکومت کے لئے آسان نہیں ہوگا۔ اس لئے طالبان کو چاہئے کہ اپنے موقف میں لچک کے ساتھ مذاکرات کی میز پر آئیں۔ افہام و تفہیم سے کام لیں۔ ریاست کے خلاف جنگ روک دیں اور خلق خدا کا خون بہانے سے باز آجائیں۔ توقع کی جانی چاہئے کہ حکومت کی قائم کردہ کمیٹی کے ذریعے وہ اپنا ایجنڈا مثبت رویے کے ساتھ سامنے لائیں گے۔ خدانخواستہ اگر ایسا نہ ہوسکا مذاکرات کی یہ آخری کوشش بھی ناکام ہوگئی تو فوجی آپریشن ناگزیر ہوجائے گا اور اس کی ساری ذمہ داری طالبان پر ہی آئے گی۔

31-03-14 Jang

مذاکرات اور امیدیں!

وزیراعظم اور مذاکراتی کمیٹیوں سے وزیر داخلہ نے ملاقاتیں کی ہیں اور طالبان کے مطالبات پر غور اور بات چیت کو آگے بڑھانے پر اتفاق کیا ہے۔ وزیر داخلہ نے غیر ملکی دورے سے واپسی کے بعد وزیراعظم سے ملاقات کی اور انہیں ان کی عدم موجودگی میں طالبان سے ہونے والے پہلے مذاکراتی دور کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ وزیراعظم کا کہنا ہے کہ طالبان سے جاری مذاکراتی عمل پر پیش رفت خوش آئند ہے تاہم کوئی غیر قانونی مطالبہ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ وزیراعظم نے مذاکراتی کمیٹیوں سے بھی ملاقات کی اور انہیں آگاہ کیا گیا کہ آئندہ اعلان تک کالعدم تحریک طالبان نے جنگ بندی میں توسیع کر دی ہے جبکہ علاقے میں فوج کی موجودہ پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ طالبان کمیٹی کے سربراہ مولانا سمیع الحق کا کہنا ہے کہ بات چیت آگے بڑھ رہی ہے جبکہ پروفیسر ابراہیم نے کہا ہے کہ طالبان سے ملاقات کے لئے ایک دو روز میں مقام اور وقت کا تعین کیا جائے گا۔ اگرچہ حکومت اور طالبان کے درمیان بات چیت کے حوالے سے واضح مطالبات سامنے نہیں آئے ہیں۔ توقع کی جارہی ہے کہ حکومت اور طالبان شوریٰ کے درمیان ہونے والی ملاقات کے بعد بات چیت کے ایجنڈے کو حتمی شکل دے دی جائے گی۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ طالبان کی جانب سے 31 / مارچ تک سیز فائر کا جو اعلان کیا گیا تھا اس میں توسیع کر دی گئی تاہم قیدیوں کے حوالے سے ابہام ابھی تک موجود ہے اور اس حوالے سے بات چیت جاری رہے گی۔ وفاقی وزیر اطلاعات کا کہنا ہے کہ طالبان سے مذاکرات کی مشعل جلادی ہے۔ ملک میں جلد امن ہو جائے گا۔ اس طرح حکومت اور طالبان سے مذاکرات سے امیدیں وابستہ کی گئی ہیں اور دونوں اطراف سے مثبت رویہ اختیار کیا گیا ہے۔ اگر اسی جذبہ کو برقرار رکھا گیا تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان مذاکرات کے بہتر نتائج مرتب ہوں گے!!

SMS: #JEC (space) message & send to 8001